یزید کی شخصیت

اہلِ سُنّت کی نظر میں

ناصبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات

از

محقق العصر شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس سرہ

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرحیم اکیڈمی
اے ۷/۱۷، اکرام آباد، ناظم نمبر ۲، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۱۳۹۱۶

یزید کی شخصیت

اہلِ سنّت کی نظر میں

ناصبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات

از

محقق العصر شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہٗ

ناشر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرحیم اکیڈمی
اے ۷/۷، اکرام آباد، اعظم نگر، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۱۳۹۱۶

جملہ حقوق طباعت و اشاعت بتمام و کمال بنام الرحیم اکیڈمی محفوظ ہیں
اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی
تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی ہے۔

نام کتاب: یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں
تالیف : محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر : ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر
موسس و مدیر: الرحیم اکیڈمی، A7/7، اکرام آباد اعظم نگر لیاقت آباد کراچی 75900
ٹیلیفون: 4913916
مطبع : قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
اشاعت بار اول : ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء تا اشاعت بار ہشتم : ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء
تعداد : ۱۰۰۰ = قیمت : -/۶۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ اہل سنت و جماعت، کراچی ۱۹
۲۔ زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۴۔ ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۵۔ مکتبہ قاسمیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۶۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی
۷۔ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۸۔ ادارۂ اسلامیات انار کلی لاہور
۹۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
۱۰۔ مکتبہ مجیدیہ ملتان
۱۱۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اردو بازار، لاہور
۱۲۔ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۳۔ عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ کراچی
۱۴۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۵۔ امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
۱۶۔ مکتبہ تبلیغ و اصلاح حیدر آباد سندھ
۱۷۔ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی
۱۸۔ دار الاشاعت اردو بازار کراچی

فہرست مضامین

عنوان صفحہ
اہل سنت کے لیے لمحۂ فکریہ ۱۱
دیباچہ ۱۶
استفتاء کے سوالات عباسی کی
کتاب سے منقول ہیں
استفتاء ۲۰
استفتاء کا اجمالی جواب ۲۶
اہل عدل سے محبت رکھنا اور اہلِ جور سے
بغض رکھنا اہل سُنّت کا طریقہ ہے ۲۶
حضور علیہ السّلام کے اصحاب، ازواج ۲۶
اور ذرّیت کے بارے میں اچھی رائے
رکھنے والا نفاق سے بری ہے ۲۶
حضرت فاطمہ جنّتی عورتوں کی سردار ہیں ۲۷
اور حضرات حسنین جوانانِ جنت کے
یزید سے نفرت کرنا ایمان کا مقتضیٰ ہے ۲۸
یزید کے بُرے کرتوتوں کی تفصیل شیخ
عبدالحق محدث دہلویؒ کے قلم سے ۲۸
شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصریح کہ یزید
داعی ضلال تھا اور منافق تھا یا فاسق ۲۹

عنوان صفحہ
ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات ۳۰
پہلے شبہ کا تفصیلی جواب ۳۰
غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی
بابت دو حدیثیں۔ ۳۰
مستفتی اگر دوسری حدیث پر غور
کرتے تو سرے سے شبہ ہی پیدا نہ ہوتا ۳۱
کسی عملِ خیر پر بشارت کا یہ مطلب نہیں
کہ اس عمل کے بعد اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے ۳۱
کسی شخص کا نام لے کر اسے جنتی کہنا اور
بات ہے اور کسی عملِ خیر پر مغفرت کی
بشارت دینا الگ چیز ہے ۳۱
یزید کا نام لے کر اُس کو جنت کی
بشارت نہیں دی گئی۔ ۳۳
حافظ ابن کثیر کی تصریح کہ یزید کا
اعتقاد مرجیہ کا سا تھا جو ایک
گمراہ فرقہ ہے۔ ۳۳
شیعانِ امویہ کا مذہب ۳۳
یزید جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے لیے
تیار نہ تھا۔ ۳۴

عنوان	صفحہ
یزید کا مجاہدین روم کا مذاق اڑانا	۳۴
حضرت معاویہ کا بالجبر اس کو جہاد پر روانہ کرنا	۳۴
یزید نے زمامِ خلافت سنبھالتے ہی بحری اور سرحدی جہاد کو ختم کرنے کا حکم دے دیا	۳۶
"سیدنا یزید" کے مؤلف کی شرمناک حاشیہ آرائی۔	۳۶
بالفرض یزید جہادِ قسطنطنیہ میں دل سے شریک ہوا تو اس غزوہ تک جو گناہ اس نے کیے تھے ان کی مغفرت کی امید تو کی جا سکتی ہے نہ کہ آئندہ ہونے والے جرائم کی بخشش کی	۳۷
شاہ ولی اللہؒ کی تصریح اس باب میں	۳۸
یزید نے بعد کو ایسے کام کیے جو لعنت کے موجب تھے۔	۳۹
حدیث میں جن چھ افراد کو لعنتی بتایا گیا ہے، ان میں یزید شامل تھا۔	۳۹
جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے بعد یزید کے مظالم کی تفصیل امام ابن حزمؒ کی زبانی	۴۱
خلاصۂ بحث	۴۵
یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے	۴۶
"مدینۂ قیصر" سے حدیث میں قسطنطنیہ نہیں بلکہ "حمص" مراد ہے	۴۶
"صحیح بخاری" میں یزید کی مذمت میں حدیثیں۔	۴۷
پہلی حدیث	
حضرت ابوہریرہؓ کا دورِ یزید سے پناہ مانگنا	۴۹
یزید کی مذمت میں "صحیح بخاری" کی دوسری حدیث	۴۹
امت کی تباہی قریش کے چند بے وقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی	۵۱
لونڈوں کی حکومت کی کیفیت	۵۱
شمر کا اطاعتِ یزید کے سلسلہ میں عذرِ بد	۵۲
امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں میں یزید سرِ فہرست ہے۔	۵۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کہ ان لونڈوں سے دور رہا جائے	۵۳
صحابہ و تابعین کا اس ہدایت پر عمل	۵۴
مروان کا ان مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا	۵۴
یزید کے دور میں صحابہؓ و تابعین پر مظالم	۵۵

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تیسری روایت	۵۳	یزیدی گورنر کا حضرت ابوشریح کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا۔	۶۲
یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں مروان کی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی جناب میں گستاخی وافترا پردازی۔	۵۶	اس گورنر کے بارے میں ابن حزم کا فیصلہ	۶۲
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا مروان کو برسرِ منبر ٹوکنا۔	۵۷	حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنرِ مدینہ عمرو اشدق کی ہرزہ سرائی قابلِ قبول نہیں۔	۶۳
حضرت عائشہ کا مروان کو جھوٹا کہنا	۵۸	حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباسؓ کی زبانی۔	۶۵
مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی۔	۵۸	حضرت عثمانؓ نے جن حضرات کو کتابتِ قرآن پر مامور کیا ان میں ابن زبیرؓ بھی ہیں۔	۶۶
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت معاویہ وابوسفیان سے افضل ہیں۔	۵۸	حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں۔	۶۶
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا حضرت معاویہؓ کی رقم کو واپس کر دینا۔	۵۹	یزیدی گورنر عمرو اشدق کی مذمت حدیث میں	۶۹
یزید کا گورنرِ مدینہ کو اس لیے معزول کر دینا کہ اس نے حضرت حسین و حضرت ابن زبیر پر سختی کیوں نہیں کی۔	۶۰	کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا۔	۶۹
مروان کا گورنرِ مدینہ کو مشورہ دینا کہ حضرت حسین و ابن زبیر و ابن عمر اگر بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔	۶۰	پانچویں حدیث۔	۶۹
حضرت ابوشریح کا گورنرِ مدینہ کو حرمِ الٰہی پر فوج کشی سے منع کرنا۔	۶۰	قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس ولحاظ۔	۷۰
چوتھی حدیث	۶۱	ابن زیاد بدنہاد کی حضرت حسینؓ کے سرِ اقدس کے ساتھ گستاخی۔	۷۲

عنوان	صفحہ
یزید کی شقاوت	۷۴
ابن زیاد بدنہاد کا صحابہ کے ساتھ گستاخانہ طرز عمل۔	۷۵
حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا۔	۷۵
ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفل کے ساتھ گستاخی۔	۷۷
ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی۔	۷۸
ابن زیاد کا حضرت ابو برزہ کا مذاق اڑانا	۷۹
ابن زیاد بدنہاد تھا۔	۸۰
یزید کی مدینہ نبوی پر فوج کشی۔	۸۱
واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی	۸۲
چھٹی حدیث۔	
حرہ کے مظالم کی تفصیل۔	۸۳
حرم مکہ کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری	۸۵
یزید کا انجام بد۔	۸۶
خود فیصلہ کیجیے۔	۸۷
امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا۔	۸۸

عنوان	صفحہ
ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء حساب وعذاب سے بری ہیں	۸۸
دوسرا شبہ اور اس کا جواب	۹۰
صحابہ یزید کے درباری نہ تھے۔	۹۱
یہ رافضیوں کی طرح کا شبہ ہے	۹۳
کیا یزید کے ظلم وستم میں کبھی کوئی صحابی شریک ہوا ہے؟	۹۴
تیسرا شبہ	۹۸
یزید کی برأت کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے	۹۸
"منتقی" کا غلط حوالہ	۹۸
یہ جاہل گردوں کا عقیدہ ہے کہ یزید خلیفۂ راشد تھا۔	۹۸
خلافت نبوت جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے تیس سن ہی پھر ملوکیت آگئی۔	۹۸
ائمہ مسلمین میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور حق تعالیٰ کا مطیع	۹۹
حافظ ابن کثیر کی تصریح یزید کے فسق کے بارے میں	۹۹
محمد بن حنفیہ کی طرف منسوب اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں ملتا	۱۰۲

عنوان	صفحہ
فنِ رجال کا متفقہ فیصلہ "یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔"	۱۰۱
چوتھا شبہ	۱۰۲
کیا حضرت ابن عباس نے یزید کو اپنے خاندان کا نیک فرد بتلایا تھا؟	۱۰۲
اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں	۱۰۲
"الامامۃ والسیاسہ" قابلِ استناد کتاب نہیں۔	۱۰۳
بلاذری کی سند صحیح نہیں۔	۱۰۳
بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباسؓ کی آخری رائے کا اعتبار ہو گا	۱۰۴
یزید اور حضرت ابن عباسؓ کی خط و کتابت	۱۰۴
یزید کا خط حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام	۱۰۵
حضرت ابن عباسؓ کا سرزنش نامہ یزید کے نام	۱۰۵
پانچواں شبہ اور اس کا جواب	۱۰۸
قاضی ابن العربی کی رائے غزالی کے بارے میں	۱۰۹
قاضی ابن العربی کا فتویٰ کہ حسین کا قتل جائز تھا	۱۰۹
قاضی ابوبکر ابن العربی ناصبی ہیں۔	۱۱۰
"کتاب الزہد" میں جس یزید کا ذکر ہے وہ یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں۔	۱۱۱
ناصبیوں کا امام ابن حجرؒ کو رافضی بتانا محض جھوٹ ہے۔	۱۱۲
مطبوعہ "کتاب الزہد" اصل نہیں اس کا انتخاب ہے۔	۱۱۳
یزید کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے۔	۱۱۳
حافظ ابن حجرؒ کی لسان المیزان سے یزید کا مکمل ترجمہ۔	۱۱۵
امام احمدؒ کی تصریح کہ یزید ملعون ہے	۱۱۹
قاضی ابوبکر ابن العربی کی ہجو۔	۱۲۲
چھٹا شبہ اور اس کا جواب	۱۲۳
یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔	۱۲۴
غزالی کے فتویٰ کی تشریح۔	۱۲۴
حضرت حسینؓ کا میدانِ کربلا میں آخری خطبہ۔	۱۲۷
امام کیا ہراسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے۔	۱۲۸
حافظ ابن الوزیر یمانی نے غزالیؒ کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے۔	۱۳۰
یزید پر لعنت کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق	۱۳۰
یزید پر لعنت کے بارے میں علماء کے اختلاف کی بابت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحقیق۔	۱۳۲

عنوان	صفحہ
یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو اس نے اظہارِ ندامت کیا۔	۱۳۴
یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیصلہ	۱۳۵
بعض علماء یزید پر لعنت اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں اس کے گناہوں کا بوجھ کم نہ ہو جائے۔	۱۳۷
بعض حضرات کے پیش نظر اس سلسلہ میں یہ مصلحت ہے کہ لعنت کا سلسلہ آگے نہ بڑھے	۱۳۸
یزید پر لعن کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح۔	۱۳۹
یزید پر لعنت کے بارے میں امام اعظمؒ اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات۔	۱۴۰
امام ابوبکر جصاص کا فتویٰ۔	۱۴۰
ائمہ بخارا کا فتویٰ	۱۴۰
امام کردری کا فتویٰ	۱۴۲
"خلاصۃ الفتاویٰ اور "فتاویٰ بزازیہ" کا شمار فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے۔	۱۴۲
لعن کے بارے میں "کتاب العالم والمتعلم" کی عبارت۔	۱۴۳
مسلمان پر لعنت کرنے کا مطلب۔	۱۴۴
ساتویں اور آٹھویں شبہے اور ان کے جوابات	۱۴۵
یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفر کی بیٹی اور حضرت عمر کی پوتی سے نکاح کیا تھا	۱۴۵
ان شبہوں کا منشا کیا ہے۔	۱۴۵
نواں شبہ	۱۴۶
حضرت زین العابدین کی یزید سے بیعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا۔	۱۴۶
اس شبہ کا جواب	۱۴۶
"طبقات ابن سعد" اور "بلاذری" کا غلط حوالہ	۱۴۶
یزید کے کمانڈر کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بدتمیزی۔	۱۴۷
اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا	۱۴۹
اہل بیت کی حق تلفی	۱۴۹
دسواں شبہ	
سادات کی رشتہ داریاں امویوں سے	۱۵۱
اس شبہ کا جواب۔	۱۵۱
واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ ناطہ قائم نہیں ہوا	۱۵۱
عبدالملک کا یزید کے زوال سے عبرت پکڑنا	۱۵۱
گیارہواں شبہ	۱۵۲
شریر النفس لوگوں نے حضرت حسین کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے	۱۵۲

عنوان	صفحہ
جان لیا کہ تمام امت یزید کی بیعت پر متفق ہے تو آپ اپنے ارادے سے دستبردار ہوگئے۔	١٥٢
اس شبہ کا جواب	١٥٢
سائل کی لغو بیانی و دروغ گوئی۔	١٥٢
حضرت فاروق اعظم کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا۔	١٥٣
بقیہ غلط باتوں کی تفصیل۔	١٥٣
حضرت حسینؓ کا اقدام محض للہ فی اللہ بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔	١٥٣
جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا۔	١٥٤
حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسینؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔	١٥٥
جن حضرات نے بھی حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا بربنائے شفقت روکا۔	١٥٥
کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے۔	١٥٥
کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا تقرر اور حضرت حسینؓ کی شہادت۔	١٥٦
حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کی گستاخی۔	١٥٧

عنوان	صفحہ
عمر بن سعد کا حشر	١٥٨
ابن زیاد کے سر کا عبرت ناک انجام	١٥٨
یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا	١٥٩
یزید کی نسل کا منقطع ہوجانا	١٦٠
یہ صحیح نہیں کہ آخر وقت میں حضرت حسین یزید کی بیعت پر راضی ہوگئے تھے	١٦١
اس روایت پر درایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث	١٦١
حضرت حسینؓ کا شمار مجتہد صحابہ میں ہے۔	١٦٣
اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی اور حضرت حسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے۔	١٦٤
حضرت حسینؓ اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟	١٦٥
اس روایت کے برخلاف عقبہ بن سمعان کی روایت بھی موجود ہے۔	١٦٥
خضری کی تحقیق اس باب میں۔	١٦٦
بارہواں شبہ	١٦٧
حضرت حسین کی اجتہادی غلطی جس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔	١٦٧

عنوان — صفحہ
اس شبہ کا جواب ١٦٧
بقول مستفتی جب حضرت حسینؓ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا تو پھر ان کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟ ١٦٧
سبائی کون تھے؟ ١٦٧
یہ افترا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھی کوفی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کر کے صلح نہ ہونے دی۔ ١٦٨
صحابہؓ کی بھاری اکثریت حضرت حسینؓ کے موقف کی حامی تھی۔ ١٦٩
صحابی رسول کا معرکۂ کربلا میں شہید ہونا ١٧١
احادیث کی رو سے حضرت حسینؓ کے موقف [illegible] [illegible]
اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت حرام ہے [illegible]
یزید کے بارے میں خود اس کے بیٹے کی شہادت
یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت۔ ١٧٣
یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے ١٧٣
شہادت حسینؓ پر حضور علیہ السلام کا قلق۔ ١٧٦
شہادت حسینؓ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا بیان ١٧٩
حضرت حسینؓ سے حضور علیہ السلام کا محبت فرمانا ١٧٩
اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا اکرام کرنا۔ ١٧٩
مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے۔ ١٨١

عنوان — صفحہ
یزید کے بارے میں مفتی صاحب کے اکابر کی تصریحات ١٨١
لعن یزید کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کی تصریحات ١٨٢
بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں ١٨٣
سید احمد شہیدؒ کی تصریح یزید کے بارے میں
مولانا تھانویؒ کا فتویٰ۔ ١٨٣
غیر مقلد علما کے فتویٰ کی تنقیح۔ ١٨٤
نواب صدیق حسن خان کا فیصلہ یزید کے بارے میں۔ ١٨٥
علامہ مقبلی کی رائے۔ ١٨٨
یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث۔ ١٩١
یزید کا جزیرۂ رودس اور جزیرہ اروادس سے [illegible] کو واپس بلانا۔ ١٩٢
[illegible] مدینۂ قیصر سے کیا مراد ہے۔ ١٩٣
حدیث مدینۂ قیصر کا مصداق سلطان محمد فاتح ١٩٣
یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم میں شریک نہ تھا ١٩٣
یزید کا عقیدہ اور عمل دونوں خراب تھے۔ ١٩٩
حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ یزید سے محبت رکھنے کے بارے میں۔ ١٩٩
روافض و نواصب دونوں راہ ہدایت سے دور ہیں ٢٠٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً، اما بعد

حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۴۵۶ھ نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ و قتل ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان چاروں جاں گسل واقعات کو اسلام کے چار رخنوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اور خلافت کا رعب داب اٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے "مدینۃ الرسول" کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان چاروں ہنگاموں میں ناحق کوشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عترت پیغمبر اور اصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا۔ اور حرم نبی، خانہ کعبہ جملہ شعائرِ اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر پاس و لحاظ نہیں کیا۔

ان چاروں حادثات کے بارے میں ناصبیوں کا موقف یہ ہے کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں اور حادثہ کربلا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور واقعہ حرہ کا ان صحابہ کرام کو جنہوں نے یزید کی اطاعت سے انحراف کیا تھا اور حصارِ کعبہ کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ادعاء خلافت کو، شیعہ مروانیہ کا ایمان و عقیدہ یہی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ خلافت کے غاصب تھے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے، حضرت حسینؓ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور

وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو حادثۂ حرہ اور حصارِ کعبہ کے خونی ہنگاموں میں یزید اور عبد الملک بن مروان کی تیغ ستم کا نشانہ بنے شہید نہیں۔ بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچے۔ شیعۂ مروانیہ کا یہ نظریہ مروانیوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن محمود احمد عباسی نے کتاب "خلافت معاویہ و یزید" لکھ کر اس فتنہ کو پھر نئے سرے سے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے سے ملک میں ایک تازہ فتنہ "ناصبیت" کا پیدا ہو گیا ہے جس سے ابتک ہند و پاک کی سرزمین یکسر پاک تھی، اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا، اور اب تو بہت سے حلقوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے۔

یہ کتاب سراسر فریب، خداع، تلبیس اور کذب و افتراء کا مرقع ہے۔

اس نام نہاد "تاریخی ریسرچ" کے چار ماخذ ہیں۔

(۱) مستشرقین کی تصریحات، جن کو مؤلف جا بجا آزاد اور بے لاگ محققین کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اور ہر باب میں ان کے اقوال کو قول فیصل سمجھتے ہیں۔

(۲) شیعہ مؤرخین جن کے کذب و افتراء کا جا بجا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود مؤلف ہر جگہ ان سے اپنے مطلب کی بات کہیں ان کی عبارت میں قطع و برید کر کے اور کہیں بغیر اس کے ہی لے لیتے ہیں۔

(۳) بعض وہ مصنفین جن پر ناصبیت کا الزام ہے اور وہ اہل بیت سے انحراف رکھتے ہیں۔

(۴) خود اپنی دماغی اُپج جس میں مؤلف بڑی دور دور کی کوڑی لاتے ہیں اور ایسی ایسی بات اپنے دل سے گڑھتے ہیں کہ پڑھنے والا حیران و ششدر رہ جائے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل سنت میں سے کسی محقق عالم کے قول کو کہیں بھی اثبات مدعا کے لئے مؤلف نے اپنے اصلی رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ابلہ فریبی سے کام لے کر "ناصبیت" کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس ملک میں رفض کا فتنہ قدیم سے تھا۔ باطنیہ اسماعیلیہ اور امامیہ سب پہلے سے موجود تھے البتہ خوارج و نواصب کا ڈھونڈے سے بھی پتہ نہ تھا، لیکن عباسی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت میں ناصبیت کا تازہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اب بہت سے لوگ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خاطی و غلط کار سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے سوائے ضرر کے فائدہ کوئی مرتب نہ ہوا۔ روافض تو اپنی جگہ اور سخت ہو گئے لیکن اہل سنت کے اعتدال میں فرق آگیا بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شک کرنے لگے۔ آج تک کسی ایک رافضی کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا جا سکتا کہ وہ عباسی صاحب کی کتاب پڑھ کر تائب ہو گیا ہو، لیکن اس کے برخلاف اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی نکلے گی جو اس جھوٹ کے پلندہ کو صحیح سمجھ کر حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے اپنے دلوں کو صاف نہ رکھ سکے۔ اس کتاب نے سادہ لوح عوام نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ کو متاثر کیا ہے جن میں عربی مدارس کے بھی بہت سے فارغ التحصیل شامل ہیں، جن لوگوں کی دسترس موضوع کتاب کے اصل ماخذ تک نہیں وہ اس کو تحقیق اور ریسرچ کا ایک نادر شاہکار سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بات کا کہ اب مسلمان من حیث القوم علوم اسلامیہ سے نابلد ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی شخص بھی اپنے کسی غلط نظریے کو ذرا نئے انداز سے بنا سجا کر پیش کر دیتا ہے یہ اس کے ہو جاتے ہیں۔

سوچنے کی بات ہے جو شخص عربی، فارسی کی معمولی عبارتوں کے صحیح ترجمے نہ کرسکے۔ کتابوں کے غلط حوالے دے، مصنفین کی عبارتوں کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے غلط معنے پہنائے اور ان میں قطع و برید سے کام لے، ایسے شخص کا پیش کردہ کوئی نظریہ کس درجہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ روافض کے سب و شتم سے لوگ تنگ آئے ہوئے تھے ایسے میں یہ کتاب شائع ہوئی جس میں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے موقف پر اس سے کہیں زیادہ سلجھے ہوئے اور سنجیدہ انداز میں جرح کی گئی تھی جو روافض کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف کو مجروح کرنے میں عام روش ہے۔ اس لئے ردِ عمل کے طور پر بہت سے لوگ عباسی صاحب کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حالانکہ تمام اہلِ سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسرِ جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کرکے غلطی کی اور وہ خلیفہ راشد نہ تھے، ان کا بیٹا یزید ظالم و جابر حکمران تھا اور حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے یزید کے تسلط و اقتدار کو برہم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور خیر کے علمبردار تھے۔ مگر اس کتاب کی تصنیف صرف ان ہی امور کی تردید کے لئے عمل میں آئی ہے۔ اور اس کے مطالعے سے اہلِ سنت کا نقطۂ نظر صریح طور پر غلط معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی ناصبیت کا عین منشا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ناصبیت کے پرچارک شیعہ مروانیہ نے تو اپنی بدعت کی اشاعت کے لئے کراچی اور لاہور میں مستقل ادارے بنا رکھے ہیں اور سارے ذخیرہ احادیث اور تاریخ اسلام کے اثرات کو

علیامیٹ کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر اہلِ سنت و جماعت کہ صحابہ اور خاندانِ رسالت دونوں کی تعظیم و توقیر ان کا جزوِ ایمان ہے وہ اس فتنہ کے سدِّ باب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔

محمد عبدالرشید نعمانی
سہ شنبہ ۱۴، رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

آفتابی تو و من ذرہ کم
از تربیت مہر ابر دآ
زانکہ از ذرہ پروری چہ ہنر
نکند آفتاب تابان عار

مشق حافظ عبدالکریم صاحب جے پوری مرحوم المتوفی ۱۷ رجب ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد

"یزید" بھلا آدمی تھا یا بُرا، وہ خلیفہ عادل تھا یا ظالم و جابر فرمانروا، اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا یا کفر پر، اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا اس نے حکم دیا یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کر کے بغاوت کی تھی یا ان کا یہ اقدام سراسر شرع کے حکم کے مطابق تھا۔ یزید نے مدینہ نبوی اور حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کیا یا نہیں، صحابہ و تابعین کی ایک خلقت کا اس کے ہاتھوں قتل عام ہوا یا نہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر مباحث ظاہر ہے کہ ان کو عملی زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ خالص نظریاتی مسائل ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ ہماری اس کوشش کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں اور اس کو مفت کا ضیاع وقت خیال کریں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت سے اگر اس کو دیکھا جائے تو ہمارے اس کام کی اہمیت بہت ہی بڑھ جاتی ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ "یزید ایک صالح مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھا" تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی تاریخ کو محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ الٹا اس کو مسخ کر دیا، یزید جیسے صالح مسلمان اور خلیفۂ عادل کے کردار کو ایسا گھناؤنا کر کے پیش کیا کہ وہ شیطان مجسم نظر آنے لگا۔

یاد رہے یزید کا دور صحابہ و تابعین کا دور ہے۔ اس لئے اس دور کی تاریخ کا ایک ایک واقعہ بسند قلمبند کیا گیا ہے، وہ عام تاریخ کی طرح نہیں کہ جس میں سند کا التزام نہیں ہوتا۔ بلکہ محض وقائع نگاروں کے قلم کی مرہون منت ہوتی ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین پر بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، سارے علم اسماء الرجال کا دارومدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ اگر یہی کتابیں بے اعتبار ٹھہریں تو پھر حدیث کی ساری کتابوں کو دریا برد کرنا پڑیگا۔ کیونکہ ان کی صحت و ضعف کا دارومدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ کہ ان ہی کتب میں راویوں کے احوال مذکور ہیں اگر یہی بے اعتبار قرار پائیں تو پھر یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں تابعی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں سچا اور لائق اعتبار تھا اور فلاں کذاب اور دجال، جب یزید جیسے خلیفہ عادل کا ان کتابوں میں حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا اور فیصلہ کر دیا گیا کہ "وہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے" چنانچہ حدیث کی تمام کتابیں اسکی روایت سے یکسر خالی ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ روایت کسی نے درج بھی کی تو علم اسماء الرجال نے یزید کی نااہلی کا فیصلہ کرکے اس کی روایت کو مردود کر دیا۔ غرض سارے محدثین نے اس غریب سے بالکلیہ قطع تعلق کر لیا اور نہ صرف محدثین بلکہ حاملین ملت کے تمام طبقوں میں خواہ وہ مفسرین ہوں یا متکلمین، فقہا ہوں یا صوفیا اس خلیفہ عادل اور صالح مسلمان کو بار نہیں۔ اور یہ تو صرف ایک بیچارے یزید کے ساتھ ہوا معلوم نہیں اور اس جیسے کتنے صالحین ہوں گے جو اس ظلم کی چکی میں پس گئے ہوں گے اور ہم ان کو صالحین کی فہرست سے خارج کرکے زمرۂ شیاطین میں شمار کرتے ہوں گے اور جس طرح یزید کا تاریخ اسلام نے حلیہ بگاڑا ہے اور اسے ایک ظالم و سفاک فاسق و فاجر کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اسماء الرجال، ان کی تاریخ اور کتب حدیث و طبقات نے کسی شیطان مجسم کو امرکا

نقش و نگار ٹھیک کر کے ہمارے سامنے اس کو ولی اللہ کے روپ میں پیش کر دیا ہو یا اسے صحابی، تابعی اور خلیفہ راشد بنا دیا ہو کیونکہ جب یزید کے ساتھ ایسا ظلم و ستم تاریخ کے ہاتھوں ہوا تو پھر دوسروں پر کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مان لینے کے بعد پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے ہاتھ دھو کر خود اسلام کے اثر پر کلام کیا جائے اور اس کی ساری تعلیم کو غیر محفوظ قرار دیا جائے۔ یہی منکرین حدیث کی اصل غرض و غایت اور ملحدین کا اصل منشا ہے۔ کمیونسٹ اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں افتراق اور اشتعال پیدا ہو کر قتل و قتال کا بازار گرم ہو۔ افسوس ہے کہ بعض نادان مولوی جن کو تاریخ کا سرے سے ذوق نہیں ان بے دینوں کی اس سازش کا شکار ہو کر یزید کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور اس طرح گویا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

محمود احمد عباسی اس فتنہ کا سربراہ ایک ناخدا ترس اور دین بیزار آدمی تھا۔ جس زمانہ میں وہ چینی سفارت خانہ میں ملازم تھا اس نے اس فتنہ کی داغ بیل ڈالی۔ اور اب رفتہ رفتہ یہ فتنہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس فتنہ میں مبتلا لوگوں کی جرات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ آئے دن عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" سے کچھ شبہات نقل کر کے اہل علم کو استفتاء کی صورت میں بھیجتے رہتے ہیں چنانچہ یہ بارہ شبہات بھی اس کی کتاب سے نقل کر کے "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب" کے نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں پہلے مجلس عثمان غنی کراچی نے شائع کیے اور بعد کو "انجمن تحفظ ناموس صحابہ لاہور" نے پھر کسی صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے "مدرسہ عربیہ علامہ بنوری ٹاؤن" کے "دار الافتاء" میں استفتاء کی شکل میں پیش کر دیے اور جواب کے طالب ہوئے۔

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان شبہات کا تحقیقی جواب لکھنے کی توفیق بخشی۔ ہماری اس کاوش سے اگر کسی ایک مسلمان کا بھی ذہن ان شبہات کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا تو ہماری دلی مراد بر آئی اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوئے کہ

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علماء اہلِ سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا، البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اب ایسے شخص کو جنتی بتانا اور اس کی تعریف کے گن گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب پہلے قلمی استفتاء کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے اور اس کے بعد بالتفصیل نمبروار ہر سوال کا جواب پڑھتے جائیے۔ واللہ الہادی۔

محمد عبد الرشید نعمانی

۶ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ شب جمعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے۔

اوّل :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ مدینۃ الروم قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والے لشکر کے لئے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہٰذا اس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں۔

(الف) قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اوّلُ جیشٍ مِنْ اُمّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قیصر مغفورٌ لھُمْ۔[1]

(ب) قال محمود بن الربیع نحدثتھا قوماً فیھم اَبُوْ اَیُّوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ التی تُوُفّی فیھا ویزید بن مُعاوِیَہ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ۔[2]

دوم :- بہت سے صحابہ کرام نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے منجملہ اُن کے (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۴) حضرت نعمان بن بشیرؓ (۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۶) وغیرہم۔ اگر امیر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی و زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضرات صحابہ کرامؓ اُن کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے۔

---

[1] (بخاری شریف جلد ۱، ص ۴۱۰) [2] (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۵۸)

اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بددینی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔ اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اس وصف کے خلاف ہے۔ جو جماعت صحابہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ[1]

(ج) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے امیر یزید کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے۔ انا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ[2]

سوم:۔ حضرت محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی۔ بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب نوشی، ترک نماز، حدود الٰہی سے تجاوز کرنا وغیرہ الزامات کی پُرزور تردید فرمائی۔ کہ میں خود امیر یزید کے پاس رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انھیں پابند نماز اور سنّت رسول پر مضبوطی سے کاربند بھلائی اور مسائل فقہ کا جویاں پایا۔

(د) وَقَدْ حَضَرْتُهٗ وَاَقَمْتُ عِنْدَهٗ فَرَاَيْتُهٗ مُوَاظِبًا عَلَى الصَّلٰوةِ مُتَحَرِّيًا لِلْخَيْرِ يَسْأَلُ عَنِ الْفِقْهِ مُلَازِمًا لِلسُّنَّةِ[3] بلکہ آپ نے الزام لگانے والوں سے بحث و مناظرہ کیا۔

(ھ) قد سئل محمد بن الحنفیۃ فی ذالك فامتنع من ذلك اشد الامتناع وَناظرھم فی یزید ورد علیھم ما اتھموہ مِنْ شرب الخمر وترکہ بعض الصلوات[4]

چہارم:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اول تو ان کے لئے دعا کی، اور پھر امیر یزید کو آپ کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کے ساتھ ہی امیر یزید کی

---

[1] سورۂ حجرات، پارہ ۲۶ ع ۱۴ [2] بخاری شریف، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵۳

[3] البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۳۳۔ بحوالہ المنتقی۔ صفحہ ۳۸۱

[4] البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۱۸

بیعت و اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔

(و) وانّ ابنه یزید لمن صالحی أهله فالزموا مجالسکم واعطوا الطاعتکم وبیعتکم فضلی فبایع[1]

پنجم: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزّھد میں امیر یزید مرحوم و مغفور کا ذکر زُھّاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرے میں بیان فرمایا ہے۔ جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور امیر یزید کے خطبے کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اُن لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی اور فسق و فجور وغیرہ کا اتہام لگاتے ہیں۔

(ز) وهذا یدلّ علی عظیم منزلته عنده حتّی یدخله فی جملة الزّهاد من بعد الصحابة والتابعین یقتدی بقولهم ویرعوی من وعظهم ونعم وما أدخله الا فی جملة الصحابة قبل أن یخرج الی ذکر التابعین فأین هذا من ذکر المؤرخین له فی الخمر وانواع الفجور الا یستحیون[3]

ششم:- حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امیر یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا، اور نہ ہی اس پر رضامند تھے۔ جو شخص ان پر الزام لگائے۔ وہ حد درجہ ابلہ و احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ امیر یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا صرف جائز نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مؤمن تھے۔ اس لئے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دعائیں شامل ہیں۔

(ح) واما الترحم علیه فجائز بل هو مستحب بل هو داخل فی قولنا فی کل صلوٰة اللهم اغفر للمؤمنین والمؤمنات فانه کان مؤمناً والله اعلم کتبه الغزالی[2]

---

[1] بلاذری الامامۃ والسیاسۃ، جلد ۱۔ صفحہ ۲۰۳۔ [3] العواصم من القواصم صفحہ ۲۳۳۔
[2] تاریخ ابن خلکان جلد ۱۔ صفحہ ۳۶۵۔

ہفتم :۔ امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیدہ ام محمدؓ بنت عبداللہؓ بن جعفر اُن کے نکاح میں تھیں۔ اس رشتے سے آپ سیدنا حسینؓ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے داماد ہوتے ہیں۔[1]

ہشتم :۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ ام مسکینؓ بنت عاصم بھی امیر موصوف کے حبالہ عقد میں تھیں۔ اس رشتہ سے آپ خلیفہ دوم کے پوتے داماد ہوتے ہیں۔[2]

نہم :۔ سیدنا علیؓ بن حسینؓ المعروف بہ زین العابدینؓ کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے۔ اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقع پر امیر یزید کا حسنِ سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امیر المومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔[3]

دہم :۔ واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات میں ہوتی رہیں۔ اور ان کی اُن میں جس کے ثبوت سے کتب تواریخ و انساب پُر ہیں۔

یازدہم :۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے ان شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا۔ جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوتے۔ اور کبھی جنگ جمل اور صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انھیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں۔ اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش بصورت خطوط و وفود کی بھرمار سے یہ باور کرا دیا کہ

---

[1] جمہرۃ الانساب "ابن حزم۔ [2] انساب الاشراف، کتاب المعارف۔ [3] بلاذری، طبقات ابن سعد

امیر یزید امت سے متفق علیہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ ملت کی متعدبہ جماعت ان کی خلافت سے مطمئن نہیں۔ تو اب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ فرمایا۔ (۱) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن جعفرؓ۔ (۴) جابر بن عبداللہؓ (۵) ابو واقد اللیثیؓ (۶) محمد بن الحنفیہؒ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا۔ کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر امت میں افتراق و انتشار کی راہ نہ کھولیں۔ اور اپنے آپ کو اس ہلاکت انگیز اقدام سے باز رکھیں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے کسی کی نہ مانی۔ اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور ان کی طلب پر کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان مدعیان وفاداری نے وہی کچھ کیا۔ جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکتے ہوئے کہا تھا۔ جب آپ نے جان لیا۔ کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام امت و ملت متفق ہے جس کے فیصلے و عمل کا استخفاف ممکن نہیں۔ تو آپ اپنے ارادے سے دست بردار ہو گئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوج افسر عمر بن سعد کے ذریعہ گورنر کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

اول:۔ مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم:۔ اسلامی سرحد پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔

سوم:۔ یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے۔ تاکہ میں اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اس طرح طے کر لوں۔ جس طرح میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

فاضع یدی فی یدہ[1]

دوازدہم:۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو بغاوت کا نام دینا

---

[1] تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۳۵، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۷۵، ابن اثیر، ج ۴ ص ۴۴، الاصابہ لابن حجر، ص ۱۷، تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۱۴۰، رأس الحسین لابن تیمیہ ص ۴۳ وغیرہم

مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا صدور بڑے سے بڑے شخص سے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور اُن کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوائے آپکے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرام کی موجود تھی اور اس لئے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر دستکشی اختیار فرمائی۔ اب یہ کوفی سبائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور امت کو اس عظیم سانحہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اب قیامت تک شاید ہی اس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے۔ امیر یزید مرحوم پر لعن وطعن کرنا۔ یا اُن کی تکفیر و تفسیق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور نہ ہی انھیں واقعہ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس عظیم سانحہ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے۔ جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مشفقین اور محبین کے خیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ اب

سوال:- یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا غیر درست ہیں۔ قطع نظر غیر مستند تاریخی روایات کے کیا یہ مذکورہ امور بالا اپنی جگہ ناقابل انکار حقائق ہیں یا نہ۔

سوال:- ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی تکفیر یا تفسیق و تضلیل جائز ہے۔ یا نہ

سوال:- اگر کوئی شخص ان اُمور کو اسلاف کرام پر زبان درازی کئے بغیر درست مانتا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

سوال:- معلوم ہوا ہے۔ اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا اُمور کی تائید میں ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں دار العلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم) کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ بینوا بالدلائل القطعیہ وتوجروا بالاجر العظیم۔ فقط والسلام

ابو الارشد محمد اسمٰعیل جاروی۔ خطیب جامع مسجد مدنیہ طیبہ
سیکٹر بی۔ ۱۵ کورنگی نمبر ۶، کراچی۔
۱۳ صفر المظفر ۱۴۰۰ ہجری ۲۳ دسمبر ۱۹۸۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

استفتاء کا اجمالی جواب

اہل عدل سے محبت اور اہل جور سے بغض اہلسنت کا طریقہ ہے

امام طحاویؒ نے فقہائے ملت امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے عقائد کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ جو "العقائد الطحاویہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بہت سے علمائے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مصر اور ہندوستان میں بارہا طبع ہو چکا ہے۔ اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اور مملکت سعودیہ میں داخل درس بھی ہے۔ اس میں ان حضرات ائمہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔

ونحب أھل العدل والامانۃ	اور ہم اہلِ عدل و امانت سے محبت کرتے ہیں۔
ونبغض اھل الجور والخیانۃ[1]	اور اہل جور و خیانت سے بغض رکھتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے۔ جس کے بارے میں حدیث پاک میں تصریح ہے۔

مَنۡ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبۡغَضَ لِلّٰہِ	جس نے اللہ کیلئے محبت رکھی اور اللہ ہی کیلئے بغض
وَ اَعۡطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ	رکھا۔ اور اللہ ہی کیلئے دیا۔ اور اللہ ہی کیلئے دریغ
استکمل الایمان[2]	اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

اسی ہدایت کے مطابق "عقیدہ طحاویہ" میں یہ بھی مصرح ہے۔ کہ

وَمَنۡ احسن القول فی اصحاب	جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ وسلم وازواجہ	آپ کی ازواج، اور آپ کی ذریات کے بارے میں
وذریاتہ فَقَدۡ بَرِیَٔ من النفاق[3]	اچھی رائے رکھے وہ نفاق سے بری ہے۔

---

[1] ص ۹ طبع دیوبند [2] مشکوٰۃ شریف، ج ۱، ص ۱۴ [3] ص ۸

اجمالی جواب اب سائل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین محاکمہ کرکے جو بارہ سوالات قائم کئے ہیں۔ اور پھر ان کو حقائق کا نام دے کر پوچھا ہے کہ امیر یزید پر لعن وطعن کرنا درست ہے یا نہیں:

اس کے بارے میں اجمالی جواب تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ اہل بیت نبوی سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا تقاضائے ایمانی ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں جو عقائد پر اُن کی مشہور تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں۔

وفاطمة سيدة نساء أهل الجنة والحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة	اور حضرت فاطمہ رضؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔
ما ایں مسئلہ را علیحدہ در عقائد ذکر کردہ ایم از جہت قطعیت وے بر رغم ایں نادانان کہ قطعیت بشارت را مخصوص بعشرہ مبشرہ دانند و ہمچناں کہ علماً بر رغم رفضہ اہتمام بشان عشرہ کردہ بہ تخصیص ذکر کردہ اند۔ اگر بر رغم ناصبیہ اہتمام بذکر ایں سہ تن پاک وذکر فضائل اہل بیت نبوت کنند نیز مناسب باشد[1]	ہم نے اس مسئلہ کو اس کے قطعی ہونے کی بناء پر مستقل طور سے عقائد میں ذکر کیا ہے۔ ان نادانوں کے علی الرغم کہ جو صرف عشرہ مبشرہ ہی کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت کو قطعی سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح کہ علماء نے روافض کے علی الرغم عشرہ مبشرہ کے اہتمام شان کے پیش نظر بالتخصیص ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اگر نواصب کے علی الرغم ان تینوں حضرات کے بھی ذکر کا اہتمام ہو۔ اور اہل بیت نبوت کے فضائل بھی ذکر کریں تو یہ بھی مناسب ہوگا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "التفہیمات الالٰہیہ" میں عقائد اہل سنت والجماعت پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے۔ جس میں

---

[1] ص ۶۶ ، ۶۷ طبع مجتبائی دہلی۔

وہ فرماتے ہیں۔

ونشهد بالجنة والخير للعشرة المبشرة وفاطمة وخديجة وعائشة والحسن والحسين رضي الله عنهم ونوترهم ونعترف بعظم محلهم في الاسلام[1]

اور ہم جنت اور خیر کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ اور ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بلند مرتبہ ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ رکھنا۔ اور اس کے بُرے اعمال سے نفرت کرنا۔ یہ بھی ایمان ہی کا مقتضیٰ ہے اور اہل سنت کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں یزید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وبالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد ما، وکارہائے ایں بدبخت وبے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کس نہ کردہ۔ بعد از قتل امام حسین واہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ مطہرہ وقتل اہل آنجا فرستادہ وبقیہ از صحابہ وتابعین را امر بقتل کردہ وبعد از تخریب مدینہ امر بانہدام مکہ معظمہ وقتل عبداللہ بن زبیرؓ کردہ ودرہمدر

اور مختصر یہ کہ وہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبغوض ترین ہے۔ جو کام کہ اس بدبخت منحوس نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ حضرت امام حسینؓ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اُس نے مدینہ پاک کو تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کیلئے لشکر بھیجا۔ اور جو صحابہ اور تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے۔ اُن کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اسی اثناء میں جبکہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں تھا۔ دنیا سے جہنم میں چلا گیا

---

[1] ۱۵، ص ۱۴۸ شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل (سورت) بھارت مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۵ھ

اثنائے ایں حالت از دنیا بجہنم شتافت ۔ دیگر احتمال توبہ و رجوع اُو را خدا داند ۔ حق تعالٰی دلہائے ما را و تمام مسلمانان را از محبت و موالات وے و اعوان و انصار وے و ہر کہ با اہل بیت نبوی بد بودہ و بد اندیشیدہ و حق ایشان را پائمال کردہ و با ایشان براہِ محبت و صدق عقیدت نیست و نبودہ نگا بدارد و ما را ، و محبان ما را در زمرۂ محبان ایشان محشور گرداند ۔ و در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشان دارد ، بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد بمنہ و کرمہ و ہو قریب مجیب آمین[1]

باقی رہا یہ احتمال کہ شاید اس نے توبہ اور رجوع کر لیا ہو یہ خدا جانے ۔ حق تعالٰی ہمارے اور سب مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے اعوان و انصار کی محبت اور دوستی سے بلکہ ہر اس شخص کی محبت اور دوستی سے کہ جس کا اہل بیت نبوی سے برا برتاؤ رہا یا جس نے بھی اُن کے حق میں برا سوچا ، اور اُن کے حق کو پامال کیا ۔ نیز جس کو بھی ان کے ساتھ محبت اور صدق عقیدت نہیں ہے ۔ یا نہیں تھی ، ان سب کی محبت اور دوستی سے محفوظ رکھے ۔ اور ہمارا اور ہم سے محبت رکھنے والوں کا ان حضرات کے محبین میں حشر فرمائے ۔ اور دنیا اور آخرت میں ان ہی حضرات کے دین و مذہب پر رکھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے طفیل اپنے فضل و کرم سے ہماری یہ دعا قبول فرمائے ۔ بیشک اللہ تعالٰی قریب ہے ۔ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے ۔ آمین ۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" کے "مبحث فتن" میں حدیث " ثمّ ینشأ دُعاۃُ الضلال " (کہ پھر گمراہی کی طرف دعوت دینے والے پیدا ہوں گے) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ودعاۃ الضّلال یزید بالشام ومختار بالعراق ۔

اور ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے ۔

---

[1] ص ۱۱ ، طبع مجتبائی دہلی

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں۔

ومن القرون الفاضلة اتفاقاً من هو منافق أو فاسق ومنها الحجاج و يزيد بن معاويه ومختار	اور قرون فاضلہ یعنی اُن صدیوں میں بھی کہ جن کی فضیلت حدیث میں وارد ہے۔ بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے۔ کہ جو منافق یا فاسق تھے، اور ان ہی میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے

یہ تو ہوا اجمالی جواب۔ اور اب تفصیل سے نمبروار اپنے شبہات کے جوابات ملاحظہ کیجئے۔

ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات

پہلا شبہ

جو مستفتی کو پیش آیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جنگ قسطنطنیہ کے سلسلہ میں بخاری شریف میں حسب ذیل دو روایتیں مذکور ہیں:

(الف) اول جیش من امّتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم۔	میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ اس کی مغفرت کر دی گئی ہے۔
(ب) قال محمود بن الربیع فحدثتها قوماً فیهم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول الله صلّی الله علیه وسلم فی غزوة التی توفی فیها ویزید بن مُعاویه علیهم بارض الرّوم۔	محمود بن ربیع کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس کا ذکر کچھ لوگوں کے سامنے کیا۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔ یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے۔ کہ جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔ اور یزید بن معاویہ، روم میں اس وقت فوج کا امیر تھا۔

غرض یزید جس لشکر کا کمانڈر تھا۔ اس لشکر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر مستفتی دوسری حدیث پر غور کرے۔ تو سرے سے یہ اشکال ہی پیش نہ آتا۔ کیونکہ اسی حدیث میں یہ بھی وارد ہے۔ کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
وسلم فان اللہ قد حرم علی النار	کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر دوزخ کو
من قال لا الہ الا اللہ یبتغی	حرام کردیا ہے۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی
بذالک وجہ اللہ۔	کے لئے "لا الٰہ الا اللہ" کہا۔

اب ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ صدق دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔ یہ نہیں کہ بس ایک مرتبہ اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ تو سوخون معاف ہوجائیں۔ اب جو چاہے کرتا پھرے۔ تعجب ہے کہ مستفتی نے یزید کی منقبت میں اس حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا۔ حالانکہ غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث میں تو صرف "مغفور لہم" کے الفاظ ہیں۔ اور اس حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے۔ پس جو تاویل یا تشریح حدیث مذکورہ (ب) کی ہوگی۔ وہی تشریح حدیث مذکورہ (الف) کی ہونی چاہیئے۔

احادیث کے تتبّع سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بہت سے اعمال خیر پر مغفرت کی بشارت ہے۔ اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں گیا۔ کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازمی ہے۔ اور اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے۔ جو چاہے کرے جنت اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کسی شخص کا نام لیکر اُسے جنتی کہنا اور بات ہے۔ اور کسی عمل خیر پر جنت یا مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کا نام لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن کو جنتی فرمایا ہے۔ لیکن یزید کا نام لیکر اس کو جنتی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی۔ کسی روایت کے عموم میں داخل ہونا اور چیز ہے۔ اور کسی بشارت میں مخصوص طور پر نامزد ہونا اور بات ہے۔ بیشک اس حدیث میں غازیانِ مدینہ قیصر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ جیسا کہ غازیانِ ہند کے لئے۔ لیکن اس سے ہر غازی کا اس وقت تک جنتی ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ اس کی زندگی اعمالِ خیر پر ختم نہ ہو۔ یہ صحیح ہے یزید غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہوا۔ لیکن اس غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔

البتہ خود یزید نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ جب کلمہ طیبہ پڑھ لیا گیا۔ تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ اور جس طرح کفر کے بعد کوئی طاعت مقبول نہیں۔ اسی طرح ایمان کے بعد پھر کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی۔ یہی "مرجئہ" کا مذہب۔ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں جہاں مسند احمد کی یہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا۔ جس کے غازیوں میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اور جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو یزید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا۔ اور اُن کو یہ بتا دینا۔ کہ میں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے۔ کہ

من مّات لا یشرک باللہ	جس شخص کی موت اس حال میں واقع ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ
شیئا دخل الجنّة	کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا

دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت ممدوح نے وفات کے وقت فرمایا۔

قد کنت کتمت عنکم شیئا	میں نے تم سے ابھی تک ایک حدیث چھپا رکھی تھی۔

سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم سمعته یقول: لولا انکم تذنبون لخلق الله قوما یذنبون فیغفر لهم

جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے تو البتہ حق تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرتا۔ کہ جو گناہ کرتی اور پھر حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

وہاں ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

هٰذا الحدیث والذی قبله هو الذی حمل یزید بن معاویة علی طرف من الارجاء ورکب بسببه افعالا کثیرة انکرت علیه کما سنذکره فی ترجمته والله تعالیٰ اعلم[1]

یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث جو گزری۔ اسی نے یزید بن معاویہ کو ارجاء کی طرف ڈال دیا۔ اور اس کے باعث اس نے ایسے بہت سے کام کر ڈالے جن کی بنا پر اس پر نکیر کی گئی۔ جیسا کہ ہم اس کے تذکرہ میں عنقریب ذکر کریں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اب اگر سائل بھی یزید کی طرح اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور مرجئہ کے مذہب میں داخل ہے۔ تو اس کو دوسری حدیث بھی یزید کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ کہ چونکہ وہ کلمہ گو تھا۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد اب کسی گناہ پر اس کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ سب گناہ معاف ہیں۔ شیعان بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا کہ امام اور خلیفہ کے حسنات مقبول ہیں۔ اور گناہ سب معاف۔ اس کی اطاعت طاعت و معصیت دونوں میں واجب ہے۔ اور اگر سائل اہل سنت میں داخل ہے تو جو تاویل اس حدیث کی ہوگی۔ وہی حدیث غزوہ قسطنطنیہ کی ہوگی۔

پھر حدیث اول میں غور کرنے کی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد کیلئے تصحیح نیت ضروری ہے۔ یعنی جو جہاد بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔ اور اپنے ذوق و شوق سے ہو۔ یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آکر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے۔ اور صرف

---

[1] ج ۸، ص ۵۹

امارت کے خیال سے روانہ ہو جائے۔ یزید کے ساتھ بھی صورت ہوئی۔ کہ وہ اک جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ اور جہاں تک بن سکا۔ اس نے ٹال مٹول کی کوشش کی۔ بلکہ جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے۔ اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے۔ وبا اور قحط میں مبتلا تھے۔ تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرت کدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ دادِ عیش دے رہا تھا۔ اور مجاہدین کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر بجبر اس کو محاذ پر روانہ کیا۔ اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون (ج ۳، ص ۳۰) اور کامل ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر ۴۹ھ کے واقعات کو ذکر کرتے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی هذه السنة وقیل سنة
خمسین سیر معاویة جیشا
کثیفا الی بلاد الرّوم للغزاة
وجعل علیهم سفیان بن عوف
وامر ابنه یزید بالغزاة معهم
فتثاقل واعتل فامسك عنه
ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم
جوع ومرض شدید فانشد
یزید یقول .
ما ان ابالی بما لاقت جموعهم
بالغذقذونة من حمی ومن موم

اور اسی سنہ میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر بلادِ روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیلِ حکم میں گرانی محسوس کی اور بہانہ کر دیا سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوگئے تو یزید نے یہ شعر کہے۔

مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذقذونہ[1] (روم میں مسلمانوں کا فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کے دستہائے فوج کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے

---

[1] قسطنطنیہ کے قرب وجوار میں ایک مقام کا نام تھا۔

إذا اتكأتُ على الانماطِ مرتفقاً
بدير مُرّان عندی امّ کلثوم

وام كلثوم امرأته هي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه ليلحقنّ بسفيان في ارض الروم ليصيبه ما اصاب الناس فسار ومعه جمع كثير اضافهم اليه ابوه وكان في هذا الجيش ابن عباسؓ و ابن عمرؓ وابن الزبيرؓ وابو ايوب الانصاری وغيرهم۔ وعبد العزيز بن زُرارة الكلابي فاوغلوا في بلاد الروم حتى بلغوا القسطنطينية[1]

جبکہ میں دیرمرّان میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں۔ اور میرے سامنے اُمّ کلثوم ہے۔

اُمّ کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے اُس کو قسم دے کر بتاکید کہا۔ کہ اُسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا۔ تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کو اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زُرارہ کلابی بھی چنانچہ یہ لوگ بلادِ روم میں گھستے ہی چلے گئے تاآنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطینیہ تک جا پہنچے۔

یہ ہے یزید کے غزوۂ قسطنطنیہ میں شرکت کی حقیقت۔ واقعہ یہ ہے کہ یزید پیرو شکار، شعر و شاعری، غنا اور موسیقی کا متوالا تھا۔ وہ جہاد کے جھنجھٹ میں نہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے ایامِ خلافت میں۔ چنانچہ عہدۂ خلافت کے سنبھالنے پر سب سے پہلا خطبہ جو اس نے دیا۔ وہ یہ تھا۔

ان معاوية كان يغزيكم في

بیشک معاویہؓ تم کو بحری جہاد کی مہم پہ

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۳، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۳۔

البحر وانی لست حاملا احدا
من المسلمین فی البحر وان
معاویة کان یشتیکم بارض
الروم ولست مشتیا احدا
بارض الروم . وان معاویة
کان یخرج لکم العطاء اثلاثا
وانا اجمعه لکم کله[1]

بھیجا کرتے تھے۔ مگر میں کسی مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے کا
روادار نہیں۔ اور بیشک معاویہؓ تم کو روم میں موسم
سرما میں جہاد پر روانہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو
سردیوں میں روم کی سرزمین پر جہاد کرنے کے
نہیں بھیجوں گا اور بیشک معاویہؓ تمہیں تمہارا وظیفہ
سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے۔ میں تم کو
اکٹھا یکبارگی دیا کروں گا۔

بس پھر کیا تھا۔ یہ خوشخبری سن کر حاضرین، دربار یزید سے اس حال میں لوٹے

وهم لا یفضلون علیه احدا[2]

وہ یزید سے بڑھ کر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۴۳۔

[2] اس آخری جملہ پر حیات سیدنا یزید کے مصنف نے جو حاشیہ چڑھایا ہے۔ پڑھنے کے قابل ہے لکھتے ہیں

- علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ کہ سیدنا یزید اپنے والد ماجد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، امیر المومنین کی حیثیت سے پہلا خطبہ دے کر فارغ ہوئے۔ تو اجتماع میں موجود صحابہ اور جمعصر تابعین کی پسندیدگی کا یہ عالم تھا۔

فافترق الناس عنه وهم لا یفضلون علیه احداً۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۱۴۳)

- لوگ تقریر سن کر ان کے پاس سے گئے۔ تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ سیدنا یزیدؒ پر کسی دوسرے آدمی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔"

اسلامی خلافت کے مرکزی شہر، دمشق۔ میں اس عظیم اجتماع کے موقع پر سیدنا یزید کے ساتھ عوام و خواص کی جانب سے پسندیدگی و عقیدت کا یہ اظہار، صرف اس لئے نہ تھا کہ علم و عمل کے پیکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ابدی جدائی پر الم انگیز تقریر کے الفاظ نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بلکہ اعتماد و محبت کا مظاہرہ کرنے والے یہ وہ حضرات صحابہ و تابعین کرام تھے جنہوں نے بچپن سے لے کر جوانی کی موجودہ منزل تک امیر یزید کے شب و روز کا بلا واسطہ مشاہدہ کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دینی ماحول میں ہوش سنبھالنے والا یہ باصلاحیت اور صاحب کردار نوجوان مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں دوسروں سے کہیں زیادہ قیادت و امارت کی ذمہ داریوں کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یزید کی شرکت غزوہ قسطنطنیہ میں کس بنا پر تھی۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ وہ خالصتاً مخلصاً اپنے شوق سے بغیر اپنے والد ماجد کے حکم کے اس غزوہ میں شریک ہوا۔ تب بھی یہ بشارت مغفرت اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ   ) عہدہ برآ ہونے کی استعداد رکھتا ہے۔ انھیں سیدنا یزید کی شخصیت میں ایک ایسے قائد اور خلیفہ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ جو فاروقی عزم و ارادہ کے ساتھ متعدد مرتبہ قائدانہ صلاحیت کے وہ غیر فانی نقوش ثبت کر چکا تھا جن کی پلا اور جذبۂ تشکر نے چھوٹے بڑے تمام ہمعصر حضرات کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ سیدنا یزید کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اعتماد کا یہ بے مثال نذرانہ پیش کریں۔ کہ لا یفضلون علیہ احداً۔ (ص ۹ جلد سوم، شائع کردہ "مجلس عثمان غنی" کراچی)

اللہ تعالیٰ ہی سمجھے "مجلس عثمان غنی" کے ان محققین کو، ان کی نادر تحقیق کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ جہاد کی معطلی پر بھی اپنے سید ممدوح یزید کو صحابہ و تابعین کرام کی زبان سے نذرانۂ عقیدت پیش کروا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غور فرمائیے! یہ ناصبی اپنے سید یزید کی مسخ شدہ شکل و صورت کو اپنی خود ساختہ خرافات کے رنگ و روغن سے آراستہ کر کے کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یزید نے اپنے پہلے خطبہ میں بحری جہاد کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔ سرمائی جہاد کو موقوف کیا۔ سرکاری فوج کو جو وظیفہ سال میں تین قسطوں میں ملتا تھا۔ اب اکٹھا دینے کا وعدہ کیا۔ ظاہر ہے ان انعامات پر یزید کے وفادار فوجی جتنی بھی خوشیاں مناتے کم تھیں۔ صحابہؓ کرام اور تابعین کو تو عبث بدنام کیا۔ وہ کب جہاد کی معطلی پر یزید کی تعریف کر سکتے تھے۔ اُن کے لئے تو یہ اعلان سوہانِ رُوح سے کم نہ ہوگا۔ یہ تعریف کرنے والے تو وہی لوگ تھے۔ جن کو نہ قتل حسینؓ میں کوئی باک تھا۔ نہ انصار مدینہ کا سر قلم کرنے میں کوئی جھجک اور نہ حرمین محترمین کی عزت کو خاک میں ملانے میں کوئی عار۔ یہ سارا یزید پر تعریف کے ڈونگرے برسانے والے وہی دین فروش سگانِ دنیا تھے۔ جو سو سو دینار کے عوض بلکہ بعض روایات کے مطابق تو محض چار اشرفیوں کے بدلے ۶۳ھ ہجری میں یزید کے حکم سے مدینۃ الرسول پر چڑھ دوڑے۔ اور تین دن تک اس پاک سرزمین پر قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ پناہ بخدا انصار مدینہ صحابہ کرام و تابعین کی ایک خلقت تہ تیغ کر دی گئی۔ سارا شہر لوٹ کھسوٹ کر رکھ دیا۔ اور پھر بھی جی ٹھنڈا نہ ہوا۔ تو کعبے پر چڑھ دوڑے اس کا محاصرہ کیا۔ اور منجنیق سے اس پر گولہ باری کر کے اس کی بنیادیں ہلا دیں۔ یہ ہے اس کتاب کی تحقیق کا ایک نمونہ۔ یزید پلید جیسے موذی کو جو لوگ "سیدنا" سمجھتے ہیں۔ ان سے سچ بولنے کی توقع ہی فضول ہے۔

شرط کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوتے ہوں کہ جن سے مغفرت کی بجائے اُلٹا لعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے۔ کہ "العبرة بالخواتیم" یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے۔

اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "تراجم ابواب بخاری" میں فرمایا ہے۔ کہ

قولہ "مغفور لهم" تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجاة يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم ورئيسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الا كونه مغفوراً له ما تقدم من ذنبه على هذا الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة آثار الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها نعم لو كان مع هذا الكلام انه مغفور له الى يوم القيمة لدل على نجاته واذ ليس فليس بل امره مفوّض الى

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حدیث میں "مغفور لہم" فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس غزوہ سے پہلے جو اُس نے گناہ کئے تھے وہ بخش دیئے گئے۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے۔ کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا۔ کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بیشک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی۔ اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیو کا وہ مرتکب ہوا ہے۔ یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرنا۔ مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا۔

الله تعالیٰ فیما ارتکبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسین علیه السلام وتخریب المدینة والاصرار علی شرب الخمر ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه کما هو مطرد فی حق سائر العصاة علی ان الاحادیث الواردة فی شان من استخف بالعترة الطاهرة والملحد فی الحرم والمبدل للسنة تبقی مخصصات لهذا العموم لو فرض شموله لجمیع الذنوب۔[لہ]

ے خواری پر اصرار کرنا۔ ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے وہ چاہے تو معاف کر دے۔ اور چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔ علاوہ ازیں وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں۔ کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عترت طاہرہ کی ناقدری کرتے۔ اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ سب حدیثیں بالفرض اس حدیث میں اگر۔ مغفرت عام۔ بھی مراد لی جائے۔ تب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے باقی رہیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔

ستة لعنتهم ولعنهم اللهُ وکل نبی مجاب، الزائد فی کتاب الله، والمکذب بقدر الله تعالیٰ والمتسلط بالجبروت فیعز بذلك من اذل الله۔ ویذل من اعز الله والمستحل لحرم الله۔ والمستحل

چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ اور حق تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنیوالا۔ (۲) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنیوالا۔ (۳) جبر و زور سے تسلط حاصل کرکے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اُسے عزت بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے

[لہ] شرح تراجم ابواب البخاری (ص ۳۱، ۳۲) شائع کردہ کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

من عترتی ما حرم اللہ والتارك لسنتی (ت، ک)۔ عن عائشہ ک عن ابن عمرؓ[1]

اسے ذلیل کرنیوالا۔ (۴) حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کرنیوالا (۵) میری عترت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اس کو حلال کر دینے والا (۶) میری سنت کا تارک۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے اسکو حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی "باب الایمان بالقدر" کی "فصل ثانی" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ

رواہ البیہقی فی المدخل و رزین فی کتابہ ۔

اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں، اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا۔ یا نہیں مگر باقی چاروں عیب اس میں موجود تھے۔

(۱) وہ دھونس دباؤ اور جبر و زور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا۔ اہلبیت نبوی صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اُس نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی مفسد اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین محترمین پر چڑھائی کی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ جیسے عبید اللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔

(۲) اس نے حرم الٰہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔

(۳) عترت پیغمبر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔ اور

(۴) تارک سنت تو تھا ہی۔

بہرحال یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس بشارت میں شامل تھا

---

[1] الفتح الکبیر فی ضم الزیادہ الی الجامع الصغیر از یوسف نبہانی ج ۲، ص ۱۵۵، مطبوعہ مصر۔

جو غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں وارد ہے۔ تب بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ "اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے"۔ یہ غزوہ مؤرخین کے بیان کے مطابق ۴۹ھ یا بعض کی تصریح کے مطابق ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کے بعد یزید تقریباً ۱۳ - ۱۴ سال تک زندہ رہا۔ اور اس مدت میں اس نے جو جو برائیاں کیں۔ اور جن جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے۔ اُن میں اس کی مے نوشی، شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل، مدینہ منورہ کی تاراجی لوٹ بربادی اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام اور پھر حرم بیت اللہ پر اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ۔ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی۔ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید سے جو حرکات ناشائستہ سرزد ہوئی ہیں۔ اُن کا مختصر سا جائزہ امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

ویزید امیر المؤمنین وکان قبیح	"یزید امیر المؤمنین" یہ اسلام میں بڑے کرتوتوں کا
الآثار فی الاسلام قتل اهل	کر گزرا ہے۔ اس نے اپنے اقتدار کے آخری
المدینه وافاضل الناس وبقیة	دور میں حرہ[1] کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا۔
الصحابة رضی الله عنهم یوم	ان کے بہترین افراد اور بقیہ صحابہ کرام کو
الحرة فی آخر دولته۔ وقتل	(اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) قتل کیا۔ اور
الحسین رضی الله عنه واهل	اپنی سلطنت کے اوائل میں حضرت حسینؓ اور
بیته فی اول دولته۔ وحاصر	اُن کے اہل بیت کو قتل کیا۔ اور مسجد حرام میں
ابن الزبیر رضی الله عنه فی	حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا۔ کعبہ شریف اور
المسجد الحرام واستخف بحرمة	اسلام کی بے حرمتی کی۔ پھر حق تعالیٰ نے ان ہی
الکعبة والاسلام فاماته الله	دنوں اس کو مار ڈالا۔ اس نے اپنے باپ کے

---

[1] حرہ اس مقام کا نام ہے جہاں انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

فی تلك الایام وقد کان غزا فی ایام أبیه القسطنطینیة وحاصرها۔

زمانے میں قسطنطنیہ پر جنگ بھی کی۔ اور اس کا محاصرہ بھی کیا۔

اور اپنی دوسری تصنیف "اسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مُدد ھم" میں ارقام فرمایا ہیں۔

وبویع یزید بن معاویة؛ اذ مات ابوہ؛ یکنی اباخالد وامتنع من بیعته الحسین بن علی بن ابی طالب وعبد الله [1]بن الزبیر بن العوام، فاما الحسین علیه السلام والرحمة فنهض الی الکوفة فقتل قبل دخولها، وھو ثالثة مصائب الاسلام بعد امیر المومنین عثمان أو رابعها بعد عمر بن الخطاب رضی الله عنه وخروجه لان المسلمین استضیموا فی قتله ظلمًا علانیة واما عبد الله بن الزبیر فاستجار بمکة فبقی ھنالك الی ان اغزی یزید الجیوش الی المدینه حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم والی

یزید بن معاویہ سے اس کے والد کے انتقال ہونے پر بیعت کی گئی۔ اس کی کنیت ابوخالد تھی۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور عبد اللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام والرحمہ تو کوفہ کی طرف نہضت فرما ہو گئے اور کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ کو شہید کر ڈالا گیا۔ آپ کی شہادت امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلام میں تیسری مصیبت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کی شہادت کے بعد چوتھی مصیبت اور اسلام میں رخنہ اندازی ہے۔ کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مسلمانوں پر علانیہ ظلم توڑا گیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ جا کر جوارِ الٰہی میں پناہ لی۔ اور وہاں مقیم ہو گئے۔ تا آنکہ یزید نے مدینۂ نبوی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ کی طرف جو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اپنی فوجیں لڑنے کیلئے

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۱۳، مطبوعہ دار المعارف مصر [illegible] ۔

مكة حرم الله تعالى . فقتل بقايا المهاجرين والانصار يوم الحرّة وهي ايضاً اكبر مصائب الاسلام وخرومه . لان افاضل المسلمين وبقية الصحابة وخيار المسلمين من جلّة التابعين قتلوا جهراً ظلماً فى الحرب وصبراً و جالت الخيل فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وراثت وبالت فى الروضة بين القبر والمنبر ولم تصل جماعة فى مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ولا كان فيه أحد حاشا سعيد بن المسيب فانه لم يفارق المسجد . ولولا شهادة عمرو بن عثمان بن عفان ومروان بن الحكم عند مجرم بن عقبة المري بانه مجنون لقتله . واكره الناس على ان يبايعوا يزيد بن معاوية على انهم

بھیجیں ۔ چنانچہ حرّہ کی جنگ میں مہاجرین اور انصار جو باقی رہ گئے تھے ۔ ان کا قتل عام کیا ۔ یہ حادثہ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب اور اساس میں رخنہ اندازی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ افاضل مسلمین ، بقیہ صحابہؓ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے دھاڑے ظلماً قتل کر دیئے گئے اور گرفتار کرکے ان کو شہید کر دیا گیا ۔ یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولانی دکھلاتے رہے اور ریاض الجنۃ ۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید کرتے اور پیشاب کرتے رہے ۔ ان دنوں مسجد نبوی میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی ۔ اور نہ بجز حضرت سعید بن المسیبؒ کے وہاں کوئی فرد موجود تھا ۔ انھوں نے مسجد نبوی کو بالکل نہ چھوڑا ۔ اگر عمرو بن عثمان بن عفان اور مروان بن الحکم (یزید کے سالار لشکر) مجرم (مسلم) بن عقبہ کے سامنے یہ شہادت نہ دیتے کہ یہ تو دیوانہ ہے ۔ تو وہ ان کو بھی ضرور مار ڈالتا اور اس نے اس حادثہ میں لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یزید بن معاویہ سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ اس کے غلام ہیں چاہے وہ ان کو بیچے چاہے ان کو آزاد کرے اور جب اس کے سامنے ایک شخص

عبيدله۔ ان شاء باع وان شاء اعتق۔ وذكر له بعضهم البيعة على حكم القرآن وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فامر بقتله فضرب عنقه صبراً وهتك مسرف او مجرم الاسلام هتكاً وانهب المدينة ثلاثاً واستخف باصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومدت الايدى اليهم وانتهبت دورهم وانتقل هؤلاء الى مكة شرفها الله تعالى فحوصرت ورمى البيت بحجارة المنجنيق تولى ذالك الحصين بن نمير السكوني فى جيوش اهل الشام وذالك لان مجرم بن عقبة المرى مات بعد وقعة الحرة بثلاث ليال وولى مكانه الحصين بن نمير واخذ الله تعالى يزيد اخذ عزيز مقتدر فمات بعد الحرة باقل من ثلاثة اشهر وازيد من شهرين وانصرفت الجيوش من مكة۔ و مات يزيد فى نصف ربيع الاول سنة اربع وستين وله نيف وثلاثون

نے یہ بات رکھی کہ ہم قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کو گرفتار کر کے فوراً قتل کر دیا گیا۔ اس مسرف یا مجرم (مسلم بن عقبہ) نے اسلام کی بڑی بے حرمتی کی۔ مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی ان کے گھروں کو لوٹا گیا (مدینہ طیبہ کو تباہ و تاراج کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑی وہاں جا کر مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا گیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے سنگباری کی گئی۔ یہ کام حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شام کے لشکروں نے انجام دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مجرم بن عقبہ مری کو تو جنگ حرہ کے تین دن بعد ہی موت نے آ دبوچا تھا اور اب اس کی جگہ سالار لشکر حصین بن نمیر ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یزید کو بھی اسی طرح دھر پکڑا جس طرح وہ غالب قدرت والا پکڑا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی واقعہ حرہ کے بعد تین ماہ سے کم اور دو ماہ سے زائد کی مدت میں موت کے منہ میں چلا گیا اور یزیدی لشکر مکہ معظمہ سے واپس چلے گئے یزید کی موت ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ اس وقت اس کی عمر کچھ

سنة امه ميسون بنت بحدل	اور پینتیس سال تھی اس کی ماں کا نام میسون بنت
الكلبية وكانت مدته ثلاث	بحدل کلبیہ تھا۔ یزید کی مدتِ حکمرانی کل تین
سنين وثمانية اشهر واياما فقط۔[1]	سال آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اول تو یزید "غزوہ قسطنطنیہ" میں بخوشی خاطر شریک ہی نہیں ہوا، جو وہ اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود دل سے اس غزوہ میں شریک ہوا تھا تب بھی اس بشارتِ مغفرت کا تعلق اس کے اس گناہوں سے ہوگا۔ جواب تک اس سے سرزد ہو چکے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس "غزوہ قسطنطنیہ" میں شریک ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام اگلے پچھلے گناہوں سے ہے اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر ہر فرد کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں اور مذکورہ مغفرت سے ہر فرد کی مغفرتِ عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جو ابھی آپ کی نظر سے گزری ہے۔ اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیل بھی آپ پڑھ چکے ہیں، اب ایسے نابکار کے جنتی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر شدید غلطی ہے۔ ناصبیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ممدوح یزید کو "خلیفہ راشد" مانیں، اس کے جنتی ہونے کا اعتقاد رکھیں بلکہ جیسا کہ بعض جاہل ناصبیوں کا عقیدہ تھا اس کو صحابی سمجھیں یا اس کی نبوت کا اقرار کریں۔[2] لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص

---

[1] ص ۳۵۷، ۳۵۸ طبع مصر ملحقہ بجوامع السیرۃ لابن حزم۔ [2] حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں

لان فئة من الجهال يظنون ان يزيد هذا من	ناصبی جاہلوں کی ایک جماعت اس یزید کو صحابی خیال کرتی
الصحابة وبعض غلاتهم يجعله من الانبياء۔	ہے اور بعض غالی ناصبی اس کو نبی بھی مانتے ہیں۔

(ج ۲ ص ۲۴۷، مطبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۲ ہجری)۔ غنیمت ہے جاہلے دور کے ناصبی ابھی اس حد تک نہیں پہنچے بلکہ وہ یزید کو صرف "خلیفہ راشد" سمجھتے ہیں اور "سیدنا" کہہ کر اس کی خدمت میں ادب بجا لاتے ہیں۔

بحالت صحت ہوش وحواس یزید کے ان سیاہ کارناموں کے باوجود اس کے جنتی ہونے کی کیسے شہادت دے سکتا ہے۔

یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہوسکتا ہے

ہاں علما نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ضرور نکالا ہے کہ ہر فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفیہ مشروعیۃ الجھاد مع کل امام لتضمنۃ الثناء علی من غزا "مدینۃ قیصر" وکان امیر تلک الغزوۃ یزید بن معاویۃ و یزید یزید[1]

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث فاتحان شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ اور یزید تو یزید ہی تھا (کہ اس کی نابکاری و نالائقی معلوم خاص و عام ہے)

اور امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:۔

وقد کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزون بعد الخلفاء الاربعہ مع الامراء الفساق وغزا ابوایوب الانصاری مع یزید اللعین[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفاء اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔

"مدینۂ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے اور یاد رہے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب کہ ہم اس حدیث میں آئے ہوئے "مدینۂ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں اس سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیں ورنہ اگر "مدینۂ قیصر" سے وہ شہر مراد لیا جائے کہ جو اس وقت "قیصر" کا دار السلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر بشارت کے یہ الفاظ تھے تو ساری بحث ہی ختم ہوجاتی ہے

---

[1] فتح الباری۔ جلد ۱۱ صفحہ [illegible] ۔ [2] ج ۳ ص ۴۰

کیونکہ اس صورت میں "مدینہ قیصر" سے مراد "قسطنطنیہ" نہیں بلکہ "حمص" ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

و بعضے تجویز کنندہ کہ مراد "بمدینہ قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزے کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت؛ و آں حمص است کہ در آں وقت دار مملکت او بود۔ واللہ اعلم[1]	اور بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ "شہر قیصر" سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی اور یہ شہر "حمص" تھا جو اس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا۔ واللہ اعلم

اب پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ اس وقت قیصر کا دار الملک "حمص" نہیں بلکہ "قسطنطنیہ" ہی تھا اور اس عہد میں جب بھی "مدینہ قیصر" کے الفاظ استعمال ہوتے تھے اس سے مراد شہر "قسطنطنیہ" ہی لیا جاتا تھا پھر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے لغت، عرف، اشعار عرب اور آثار و احادیث سے سند لانا ضروری ہے محض دعویٰ سے کام نہیں چلتا۔

صحیح بخاری میں یزید کی مذمت میں حدیثیں یہ بھی واضح رہے کہ "صحیح بخاری" میں یزید بارے میں بس یہی ایک حدیث نہیں ہے کہ جس کو مستفتی نے استفتاء میں درج کر دیا ہے بلکہ اور بھی متعدد روایات موجود ہیں جن میں یزید کی بدکرداری اور بداطواری کی پوری طرح نشاندہی کر دی گئی ہے، یزید کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ان روایات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیئے۔ یہ روایات حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر فلو بثثتہ قطع	میں نے رسول اللہ صلی اللہ سے دو ظرف علم یاد کئے ہیں (یعنی دو قسم کا علم حفظ کیا ہے) ان میں سے ایک کی تو نشر و اشاعت کر دی ہے۔ اور جو دوسرے کی اشاعت کروں تو یہ نرخرا

---

[1] شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام مطبوعہ برحاشیہ تیسیر القاری ج ۔ ۴ ص ۴۶۹ مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۵ھ

هذا البلعوم[1]۔	کاٹ ڈالا جائے۔

یہ دوسری نوع کا علم جس کی نشر واشاعت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر گریز فرمایا کہ وہ اگر زبان پر لاؤں تو یہ سر قلم کر دیا جائے، کیا تھا؟ اس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں:

المراد به على الصحيح من أقوال العلماء علم الفتن والواقعات التي وقعت بعد وفاته عليه السلام من شهادة عثمان وشهادة الحسين وغير ذالك وكان يخاف في افشائها وتعيين اسماء أصحابها من غلمان بني امية وفتيانهم[2]۔	اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد ان فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ گروں کے ناموں کے بتلانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لونڈے اور ان کی نوخیز نسل اکٹھی ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے

اور علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں رقمطراز ہیں۔

وابو هريرة اسلم عام خيبر فلم يصحب النبي صلى الله عليه وسلم إلا اقل من اربع سنين، وذالك الجراب لم يكن فيه شيئ من علم الدين، علم الايمان والامر والنهي وانما كان فيه الاخبار عن الأمور المستقبلة	اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر کے سال اسلام لائے اس لیے ان کو چار سال سے کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس (ظرف) تھیلے میں علم دین، علم ایمان اور امر ونہی کی کوئی چیز نہ تھی اس میں تو صرف آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں۔ مثلاً ان فتنوں کا پھیلنا جو آگے چل کر مسلمانوں میں بپا ہوں گے، جیسے

---

[1] صحیح بخاری، باب حفظ العلم۔ [2] "شرح تراجم الابواب البخاری" باب مذکور۔

مثل الفتن التي جرت بين المسلمين فتنة الجمل و صفين وفتنة ابن الزبير ومقتل الحسين ونحو ذلك[1]

جنگ جمل و جنگ صفین کا فتنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کا فتنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان اور اسی قسم کے واقعات۔

حضرت ابوہریرہؓ کا دورِ یزید سے پناہ مانگنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:-

وحمل العلماء الوعاء الذي لم يبثه على الاحاديث التي فيها تبيين أسامي امراء السوء واحوالهم وزمنهم وقد كان ابو هريرة يكني عن بعضه ولا يصرح به خوفاً على نفسه منهم كقوله: "اعوذ بالله من رأس الستين وإمارة الصبيان" يشير الى خلافة يزيد بن معاوية لانها كانت سنة ستين من الهجرة واستجاب الله دعاء ابي هريرة فمات قبلها بسنة[2]۔

اور علماء نے علم کے اس ظرف کو جس کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث پر محمول کیا ہے جن میں امراء سوء (بدکردار اور نابکار حاکموں) کے ناموں کی تفصیل ان کے حالات اور زمانے کا بیان تھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نالائق حکمرانوں میں سے بعض کا ذکر اشارہ کنایہ میں کر دیا کرتے تھے مگر صراحۃً ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے نہ مار ڈالیں، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں اللہ تعالیٰ سے ۶۰ھ کے شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں" یہ یزید بن معاویہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ ۶۰ھ میں قائم ہوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول بھی فرمائی چنانچہ وہ یزید کے بادشاہ ہونے سے ایک سال پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

دوسری حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الصحیح" میں ایک باب

---

[1] ج ۳ ص ۱۶۸۔ [2] فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۳ طبع خیریہ مصر [illegible]

قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں ۔

"باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلاك أمتی علی یدی أغیلمة من قریش :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی"

اور پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے ۔

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی قال كنت جالسا مع ابی هریرة فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة ومعنا مروان قال ابوهریرة سمعت الصادق المصدوق یقول - هلكة امتی علی یدی غلمة من قریش؟ فقال مروان لعنة الله علیهم غلمة! فقال ابوهریرة لوشئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان فعلت ، فكنت اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملكوا بالشام فاذا رأهم غلمانا

عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی"۔ اس پر مروان کی زبان سے نکلا: خدا کی ان پر لعنت ہو، لونڈے ہوں گے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں ۔ (عمرو کا بیان ہے کہ) پھر میں اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا اور دادا جان جب ان نوخیز لونڈوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ غالباً یہ وہی لوگ ہیں ان کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لحد اثنا قال لنا حسی ھؤلاء ان یکونوا منھم قلنا انت أعلم۔

نے بـ ایا تھا) ہم یہ سن کر کہتے آپ کو خوب معلـ ـوم ہے۔

میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہا ھوں ہوگی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے۔

إن فساد امتی علی یدی غلمۃ سفھاء من قریش[1]

میری امت کی تباہی قریش کے چند بے وقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

لونڈوں کی حکومت کی کیفیت اس ہلاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی ان حدیثوں میں آپ کی نظر سے گزرا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں جن کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان ۔ قالوا وما امارۃ الصبیان ؟ قال ان اطعتموھم ھلکتم، وان عصیتموھم اھلکوکم[3]

"میں اللہ سے لونڈوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں۔ حاضرین نے عرض کیا، لونڈوں کی امارت کیا معنی؟ فرمایا یہ کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے (کہ دین برباد ہوا) اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر کے رکھ دیں گے۔[3]

---

[1] ج۱۳۔ ص۸ ۔ [2] فتح الباری ج۔۱۳۔ ص۸

[3] آپ اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے، حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں شمر بن ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ پڑھیے۔ فرماتے ہیں:۔

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ الضبابی

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ ضبابی، اپنے باپ سے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نیز ابن ابی شیبہ کی اَ[illegible] روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ

ان أبا هريرة كان يمشي في السوق ويقول اللهم لا تدركني سنة ستين ولا إمارة الصبيان =

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں جاتے جاتے یوں دعا کرنے لگے "اے اللہ مجھے سنہ ۶۰ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ لونڈوں کی امارت کا۔

امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں میں یزید سر فہرست ہے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وفي هذا اشارة الى أن اول الاغيلمة كان في سنة ستين وهو

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

عن ابيه وعنه أبو اسحاق السبيعي ليس بأهل للرواية فانه احد قتلة الحسين (رضي الله تعالى عنه) وقد قتله أعوان المختار۔ روى ابو بكر بن عياش عن أبي اسحق قال كان شمر يصلي معنا ثم يقول: اللهم انك تعلم اني شريف فاغفر لي قلت: كيف يغفر الله لك وقد اعنت على قتل ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ويحك فكيف نصنع؟ إن امراءنا هؤلاء أمرونا بأمر فلم نخالفهم ولو خالفناهم كنا شرا من هذه الحمر الشقاة۔

قلت ان هذا العذر قبيح فانما الطاعة في المعروف[2]

روایت کرتا ہے، اور اس سے ابو اسحاق سبیعی یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے کیونکہ یہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کا ایک فرد تھا، شمر کو مختار کے کارندوں نے قتل کیا، ابوبکر بن عیاش، ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر یوں دعا کرتا کہ: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں اس لیے مجھے بخش دے اس پر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشنے لگا تو نے تو ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل میں اعانت کی ہے کہنے لگا: تجھ پر افسوس! پھر ہم کیا کرتے ہمارا ایسا ہی معاملہ تھا ہمارے ان حاکموں نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی، اور اگر ہم انکی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدترین بن جاتے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عذر قبیح ہے، اطاعت تو صرف نیک کام میں ہوا کرتی ہے۔

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۸ [2] ج ۱ ص ۴۴۹ - طبع مصر ۱۳۲۵ھ

كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستين فمات[1]

میں سب سے پہلا ۶۰ھ میں برسراقتدار آیا جو بالکل واقع کے مطابق ہے. کیونکہ یزید بن معاویہ اسی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور ۶۴ھ تک زندہ رہ کر مر گیا۔

اور پھر مزید افادہ یہ فرماتے ہیں کہ :-

" اس روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ، اس روایت کے عموم کی بھی تخصیص ہو جاتی ہے جس کو ابوزرعہ نے ابھی نقل کیا ہے اور جو " باب علامات النبوة " میں بایں الفاظ گزر چکی کہ يهلك الناس هذا الحي من قريش (لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کرے گا) کیونکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ قریش کا پورا قبیلہ نہیں بلکہ اس کے بعض افراد مراد ہیں یعنی ان کی نوخیز نسل کے چند لونڈے نہ کہ قبیلے کے سب افراد ، غرض یہ لونڈے طلب سلطنت کے لیے لوگوں کو ہلاک کریں گے اور اسی کی خاطر ہنگامہ قتال برپا کریں گے جس کی وجہ سے لوگوں کے حالات میں بگاڑ پیدا ہوگا اور فتنوں کے مسلسل برپا ہونے کے باعث سخت گڑبڑ ہو گی ، چنانچہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خبر دی تھی اسی کے مطابق ہو کر رہا :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کہ ان سے دور رہا جائے نیز اس حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ : " لو ان الناس اعتزلوهم " (کاش لوگ ان لونڈوں سے کنارہ کشی کریں) اس میں حرف لَو کا جواب " لكان اولى بهم " (تو یہ ان کے حق میں اولیٰ ہے) محذوف ہے اور مراد " اعتزال " یعنی کنارہ کش رہنے سے یہ ہے کہ نہ ان کے پاس

---

[1] فتح الباری ج - ۱۳ - ص ۸

آمد ورفت تابعین اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوں، بلکہ اپنے دین کو سلامت لے کر ان کے پاس سے راہِ فرار اختیار کریں[۱]۔

صحابہؓ وتابعینؒ کا اس ہدایت پر عمل اب ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق پڑھ جائیے۔ یزید کے عہد نحوست مہد میں میدان کربلا ہو یا جنگ حرۃ، حرم الٰہی کا محاصرہ ہو یا حرم نبوی پر چڑھائی، ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی حمایت میں کوئی صحابی تو درکنار کسی قابلِ ذکر نیک نام تابعی کا نام بھی آپ کو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر حدیث کے اس جملہ کی کہ "فاذا راهم غلمانا احداثا" (ہمارے داداجان جب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ نوخیز لونڈے ہیں) کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

والذی یظهران المذکورین من جملتهم وان اولهم یزید کما دل علیه قول ابی هریرة "راس الستین وامارة الصبیان" فان یزید کان غالباً ینتزع الشیوخ من امارة البلدان الکبار ویولیها الاصاغر من اقاربه[۲]	اور ظاہر یہی ہے کہ راوی کے دادا نے جن حکمرانوں کا ذکر کیا ہے وہ قریش کے ان ہی لونڈوں میں داخل ہیں اور ان میں پہلا شخص یزید ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ کے آغاز اور لونڈوں کی امارت کا ذکر کرنا اس بات کو بتلا رہا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید اکثر بڑے بڑے شہروں کی امارت سے بڑی عمر کے لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں کم عمر لوگوں کو والی بنا دیا کرتا تھا۔

مروان کا ان مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے جو "تنبیہ" فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

(تنبیه) یتعجب من لعن	(تنبیہ) تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ

---

[۱] فتح الباری ج-۱۳، ص۸ ۔ [۲] فتح الباری ص ۸ - جلد ۱۳

مروان الغلمة المذكورين مع أن الظاهر أنهم من ولده فكأن الله تعالىٰ اجرى ذالك على لسانه ليكون اشد فی الحجة عليهم لعلهم يتعظون وقد وردت أحاديث فی لعن الحكم والد مروان وما ولد اخرجها الطبرانی وغيره غالبها فيه مقال وبعضها جيد ولعل المراد تخصيص الغلمة المذكورين بذالك[1]

لونڈوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کی اولاد ہی میں سے ہوئے ہیں۔ پس گویا حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ بات اس کی زبان سے کہلوا دی تاکہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت پکڑیں۔ اور ال مروان کے باپ حکم اور اس کی اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے ان حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جن میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے مگر ان میں سے بعض روایات جید بھی ہیں اور غالباً لعنت ان ہی لونڈوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر حدیث بخاری میں آتا ہے۔

یزید کے دور میں صحابہ و تابعین پر مظالم

غرض قریش کے وہ چند نوخیز لونڈے جن کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی ہے ان سب میں اول نمبر یزید پلید کا ہے، چنانچہ اسکی ولی عہدی کا سلسلہ جنبانی کے آغاز سے لے کر اس کے مرتے دم تک اس عہد کے اخیار امت صحابہ و تابعین پر مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے اور ان کی جس طرح توہین و تذلیل کی گئی اور ان کے ساتھ قتل و غارت کا جو معاملہ ہوا۔ اس سے تاریخ اسلام کے اوراق پر ہیں اور صحیح بخاری میں اس سلسلہ کے جو واقعات ضمناً آ گئے ہیں وہ یہ ہیں :۔

(۳) حدثنا موسی بن اسماعيل قال حدثنا ابو عوانة عن

یوسف بن ماہک کا بیان ہے کہ مروان، حجاز کا گورنر تھا، جس کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[1] ج-۱۳ ص ۹ -

ثنی بشر عن یوسف بن ماھك	وہاں کا عامل مقرر کیا تھا اس نے خطبہ دیا تھا جس میں یزید
قال كان مروان على الحجاز	ابن معاویہ کے متعلق ذکر کرنے لگا تاکہ اس کے باپ کے
استعمله معاوية فخطب	بعد اس کیلئے بیعت لے لی جائے اس پر حضرت
فجعل يذكر يزيد بن	عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان سے
معاوية لكی يبايع له بعد	کچھ کہا تو اس نے ابر افروختہ ہو کر اپنے کارندوں کو
ابيه فقال لهٗ عبد الرحمٰن	حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کر لو، یہ سن کر حضرت
بن ابی بكر شيئًا فقال	عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی بہن
خذوه فدخل بيت عائشة	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فلم يقدروا . فقال مروان	کے حجرہ میں گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر
ان هذا الذی انزل	قابو نہ چل سکا۔ اب مروان (جھلا کر) بولا یہ وہی شخص
فيه - وَالَّذِىْ قَالَ	تو ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی
لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ	"اور جس شخص نے اپنے ماں باپ کو کہا میں بیزار ہوں
اَتَعِدَانِنِیْٓ ٥ فقالت	تم سے کیا تم مجھ کو، وعدہ دیتے ہو؟" تو حضرت ام المومنین
عائشة من وراء الحجاب	رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (جب مروان کی یہ غلط بیانی سنی تو)
ما انزل الله فينا	پردے کے پیچھے سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مذمت
شيئًا من القرآن	میں تو قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں کیا ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے
الا ان الله انزل عذری[1]	میری برأت اور پاکدامنی کی آیتیں ضرور نازل فرمائی ہیں۔

امام بخاری کی اس روایت میں جو اجمال ہے اس کی تفصیل "مستخرج اسماعیلی" میں اسی سند کے ساتھ بایں الفاظ مذکور ہے:-

فاراد معاوية ان يستخلف يزيد	معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اپنے
يعني ابنه فكتب الى مروان	بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو مروان کو اس بارے
بذالك فجمع مروان الناس	میں لکھا اب مروان نے لوگوں کو جمع کرکے خطبہ

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۵، کتاب التفسیر، سورہ احقاف پ ۲۶

فخطبهم وذكر يزيد ودعا الى بيعته، وقال إن الله أرى امير المؤمنين فى يزيد رأيا حسناً وان يستخلفه فقد استخلف ابوبكر وعمر۔

دیا اس میں یزید کا ذکر کرکے اس کی بیعت کی دعوت دی، اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کو یزید کے بارے میں اچھی رائے سجھائی ہے۔ اب اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابوبکرؓ و عمرؓ بھی خلیفہ بنا چکے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا مروان کو برسرِ منبر ٹوکنا ظاہر ہے کہ اس لغو بیانی کا جواب سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہی کو دینا چاہیئے تھا، چنانچہ حسبِ توقع انھوں نے نہایت جرأت سے کام لے کر بڑی بے باکی سے "سلطان جابر" کے سامنے کلمۂ حق کی ادائیگی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے فرمایا:-

ما هى الا هرقلية

یہ تو ہرقل[1] کی اتباع کے سوا کچھ نہیں۔

اور حافظ اسماعیل کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:-

فقال مروان سنة ابى بكر وعمر فقال عبد الرحمٰن سنة هرقل و قيصر۔

مروان کہنے لگا یہ ابوبکر اور عمر کی سنت ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (نہیں بلکہ) ہرقل و قیصر کی رسم ہے۔

اور مسند ابی یعلیٰ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ مدنی کی زبانی اس واقعہ کی تفصیل مروی ہے:-

كنت فى المسجد حين خطب مروان فقال ان الله قد ارى أمير المؤمنين رأياً حسناً فى يزيد، وإن يستخلفه فقد استخلف

جس وقت مروان نے خطبہ دیا میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یزید کے بارے میں عمدہ رائے سجھائی ہے۔ اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابوبکرؓ و عمرؓ بھی

---

[1] ہرقل عیسائیوں کے فرمانروا قیصر کا نام ہے۔

ابوبکر وعمر، فقال عبد الرحمن هرقلية ان ابابکر والله ماجعلها فى احد من ولده، ولا فى اهل بيته، وما جعلها معاوية الا كرامة لولده۔

بنا چکے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ہرقل کا طریقہ ہے واللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا، مگر معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا مروان کو جھوٹا کہنا ظاہر ہے اس حق بات کو سننے کی تاب مروان میں کہاں تھی، فوراً الزام تراشی پر اتر آیا اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا آخر جیسا کہ محدث اسماعیلی کی روایت میں آتا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنا پڑا۔

کذب والله ما انزلت فيه۔

واللہ مروان جھوٹ بکتا ہے یہ آیت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی مسند ابو یعلیٰ میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر مروان منبر سے اتر کر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو ویسے ہی جواب دیئے آخر واپس چلا گیا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ معاویہؓ اور ابو سفیانؓ سے افضل ہیں

اب ذرا غور کیجئے، مروان کی یہ تقریر کہاں ہو رہی ہے، منبر نبوی سے، مسجد نبوی میں، روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے، یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کے لیے اس پر افتراء پردازی کا یہ عالم ہے کہ اس ولی عہدی کی رسم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت بتلا رہا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کو ٹوکتے ہیں کہ یہ ابوبکر وعمر کی سنت

---

[1] ان سب روایات کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۔ ۸ ص ۴۴۲ و ۴۴۳ ۔

نہیں ہے بلکہ ہرقل اور قیصر کی رسم ولی عہدی ہے تو بگڑ جاتا ہے الزام تراشی کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا نہیں سوچتا کہ کیا بولوں، کس مقام سے بول رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں یہ کس باپ کے بیٹے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ یہ یزید تو کیا چیز ہے اس کے والد ماجد معاویہ اور جد امجد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی بنص قرآن افضل ہیں، کیونکہ جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے "طلقاء" میں ان کا شمار ہے۔ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو کر ہجرت فرماتے مدینہ ہو چکے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی آمدنی میں سے ان کے لیے چالیس وسق سالانہ خرما کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ابن کثیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے "کان من سادات المسلمین" (یہ مسلمانوں کے اکابر میں سے تھے) اور "وکان معظماً بین اھل الاسلام" (اہل اسلام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے[1]) اب جس کی ولی عہدی کے سلسلے میں اکابر صحابہؓ کی اس طرح توہین کی جائے اس کی بادشاہی کے دور میں کیا کچھ نہ ہوگا؟۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا معاویہ کی رقم کو واپس کردینا حافظ ابن کثیرؒ نے زبیر بن بکار کی سند نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ درہم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بھیجے مگر حضرت ممدوحؓ نے یہ کہہ کر ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ ابیع دینی بدنیای، ہرگز میں اپنی دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالوں[2]۔

آخرکار اکابر صحابہؓ کے پرزور احتجاج کے باوجود ان کی مرضی کے برخلاف

---

[1] [2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج۔ ۸ ص ۸۸ و ۸۹ طبع مصر مطبعۃ السعادۃ۔

یزید راج سنگھاسن پر براجمان ہو جاتا ہے، اور امت محمدیہ پر ہلاکت کا طوفان امنڈ آتا ہے۔ رجب سنہ ۶۰ھ ہجری میں یزید بادشاہ بنا، اور اسی سال ماہ رمضان میں یزید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کا تقرر کرتا ہے۔

یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے معزول کرنا کہ اس نے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ پر سختی کی تھی

ولید کا قصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسینؓ و حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وہ سختی نہ کی تھی جو یزید کو مطلوب تھی۔ اس لیے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ منورہ سے بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو یہ فرمان آیا تھا

اما بعد فخذ حسينا و	اما بعد حسین، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ
عبد الله بن عمر و	ابن زبیرؓ کو بیعت کے لیے سختی کے ساتھ
عبد الله بن الزبير بالبيعة	پکڑو، اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں
اخذا شديدا ليست فيه	ذرا ڈھیل نہ ہونے پائے۔
رخصة حتى يبايعوا والسلام[1]	والسلام

مروان کا مشورہ کہ ان حضرات کا سر قلم کر دیا جائے

مروان کا مشورہ ان حضرات کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم کر دو مگر ولید نے مروان کی بات نہ مانی اس لیے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں کوتاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جو اس کی معزولی کی وجہ میں "تفریطہ" کا لفظ لکھا ہے وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے[2]

حضرت ابو شریحؓ کا گورنر مدینہ کو حرم پر فوج کشی سے منع کرنا

چنانچہ اس کی جگہ گورنر ہو کر عمرو بن سعید اسی ماہ میں مدینہ آ گیا یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا متکبر تھا، حافظ ابن کثیرؒ کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ "وکان متالها متکبرا"[3]

---

[1] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیرؒ ج ۸ ص ۱۴۶ و ۱۴۷ [2][3] البدایہ والنہایہ ج ۸۔ ص ۱۴۸۔

(یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چونکہ ابھی تک یزید کی بیعت نہ کی تھی اور وہ حرم الٰہی میں پناہ گزیں تھے اس لیے اس نابکار نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ میں آتے ہی حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کر دی[1] اس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و محترم صحابی حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بہترین انداز میں اسے فہمائش کی وہ صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے۔

چوتھی حدیث (۴) حدثنا عبد الله ابن يوسف قال حدثنا الليث قال حدثني سعيد هو ابن ابي سعيد عن ابي شريح انه قال لعمرو بن سعيد ـ وهو يبعث البعوث الى مكة ائذن لي ايها الامير احدثك قولا قام به رسول الله صلى الله عليه وسلم الغد من يوم الفتح سمعته اذناى ووعاه قلبي وابصرته عيناى حين تكلم به،

حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید کو جب کہ وہ مکہ معظمہ پر چڑھائی کیلئے فوجوں کے دستے بھیج رہا تھا فرمایا، اے امیر اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے

---

[1] مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" میں اس واقعہ کو عبد الملک بن مروان کے عہد خلافت کا گمان کیا ہے جو صحیح نہیں، یہ واقعہ یزید بن معاویہ کے زمانۂ حکمرانی میں ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو "البدایہ والنہایہ" ترجمہ یزید بن معاویہ اور "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" ترجمہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حمد الله وأثنى عليه ثم قال ان مكة حرمها الله ولم يحرمها الناس فلا يحل لامرئٍ يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسفك بها دماً ولا يعضد بها شجرة فان أحد ترخص لقتال رسول الله فيها فقولوا ان الله قد اذن لرسوله ولم يأذن لكم وانما اذن لي فيها ساعة من نهار ثم عادت حرمتها اليوم كحرمتها بالامس وليبلغ الشاهد الغائب» فقيل لابي شريح ما قال عمرو قال انما أنا أعلم منك يا أبا شريح لا تعيذ عاصياً ولا فاراً بدم ولا فاراً بخربة [1]

اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ مکہ معظمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم لوگوں کو اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔ ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عمرو نے پھر کیا جواب دیا۔ فرمایا: اس نے کہا اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں مکہ نہ کسی عاصی کو پناہ دیتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں فرار ہو جائے۔

گورنر مدینہ کا صحابی رسول کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا | غور کیجیے! صحابیٔ رسول

حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم الٰہی پر فوج کشی سے روکنے کے لیے یزید کے گورنر کو حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور یہ بدبخت ان کے سامنے اپنی علمیت بگھارتا ہے، کہتا ہے "میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں" امام ابن حزم اپنی مشہور تصنیف "المحلیٰ" کی "کتاب الجنایات" میں بالکل صحیح لکھتے ہیں:-

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب لیبلغ الشاہد الغائب۔

لا كرامة للطيم الشيطان الشرطي الفاسق يزيد ان يكون اعلم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الفاسق هو العاصي لله ولرسوله، ومن والاه أو قلده۔ وما حامل الخزي في الدنيا والآخرة الا هو ومن امره[2]

اس لطیم الشیطان[1] پولیس مین، فاسق کی بھی یہ وقعت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعویٰ کرے۔ (عاصی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں بلکہ) یہی فاسق اللہ اور اس کے رسول کا عاصی تھا اور وہ شخص جس نے اس کی دوستی کی یا اس کے کہنے پر چلا اور دنیا اور آخرت میں ذلت اٹھانے والا یہی تھا اور وہ (یزید) جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف گورنر مدینہ کی ہرزہ سرائی قابل قبول نہیں اور شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں۔

وایں دعوی مجرد است و مردود بروے، زیراچہ عبداللہ بن زبیر صحابی است متعبد، جامع صفات حمیدہ، وکارے نکردہ کہ بدان مستحق قتل باشد بیرون حرم و نہ خروج کردہ بر احدے، و نہ خواند مردم را بہ بیعت خود با آنکہ ناخوش بودند از یزید اہل حرمین و مبادرت نکردند بہ بیعت وے جز اہل شام بنا بر

اور یہ (گورنر مدینہ عمرو بن سعید کا) خالی خولی دعویٰ ہے جو مردود ہے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک عابد صحابی تھے۔ صفات حمیدہ کے جامع، انہوں نے کوئی ایسا کام نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم وہ قتل کے مستحق ٹھہرتے، اور نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا (لوگوں کو ڈرا دھمکا کے) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی، حالانکہ اہل حرمین یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر بجز اہل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام نہ لیا تھا، اور اہل شام نے اس لیے جھٹ پٹ

---

[1] لطیم الشیطان کے معنی ہیں جس کو شیطان نے چپت لگایا ہو۔ یہ عمرو بن سعید اشدق کا لقب ہے۔

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری از علامہ عینی ج ۲ ۔ ص ۲۴۷ ، طبع منیریہ مصر۔

تولیہ پدرش معاویہ ، وامتناع آورد عبداللہ وغیرہ ازبیعت آں نا اہل کہ مسرف درمعاصی و مرتکب کبائر بود و پناہ گرفت از شروے درگوشۂ حرم ، پس تعیین کرد لشکر را لقتال ابن زبیر بمکہ[1]

بیعت کرلی کہ اس کے باپ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنادیا تھا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات نے اس نا اہل کی بیعت کرنے سے اس لیے سختی سے انکار کر دیا کہ یہ معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور کبائر کا مرتکب تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی شر سے بچنے کے لیے حرم محترم کے گوشہ میں پناہ لے رکھی تھی لہذا اس نے مکہ معظمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لیے فوجوں کو روانہ کیا۔

اور شیخ نور الحق محدث دہلوی "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری" میں ارقام فرمائیں :-

کلام ایں مفسد حجت را نمی شاید از آنکہ خلاف مقررہ اہل دین است در روایت امام احمد آمدہ کہ گفت ابوشریح گفتم عمرو را من حاضر و تو غائب بودی ، و بموجب امر آنحضرت رسا ندم ترا و ایں مشعر است بآنکہ ابوشریح

اس مفسد (عمرو) کی بات حجت کے لائق نہیں کیونکہ یہ اہل دین کے دستور کے خلاف ہے ، مسند احمد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے عمرو کو جواب دیا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا تھا میں اس وقت حاضر تھا اور تو غائب را اس لئے تو حدیث کا مطلب کیا جانے میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تجھے تبلیغ کر دی۔ اس سے

---

[1] ج ۳-۴ ص ۲۲۲ طبع مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۲ھ

قبول گفتۂ عمرو نکردہ واو را بوسے گزاشتہ از جہت عجز و عدم قدرت بجہت شوکت و غلبہ او[1]

معلوم ہوا کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کی اس بات کو نہیں مانا، مگر چونکہ عمرو کو شوکت اور غلبہ حاصل تھا اور آپ اس کے مقابلے سے عاجز تھے اور اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لیے (زبانی فہمائش کے بعد) آپ نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔

مروان نے جو معاملہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا وہ آپ پڑھ چکے ہیں، یہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر تھے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے نواسے ہیں ان کے خلاف حرم محترم پر صرف اس لیے فوج کشی کی گئی کہ انھوں نے یزید پلید سے بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباس کی زبانی حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالتِ شان کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ الفاظ پڑھیے :-

أما أبوه فحوارى النبي صلى الله عليه وسلم يريد الزبير۔ وأما جده فصاحب الغار۔ يريد ابابكر۔ وأما أمه فذات النطاق يريد أسماء۔ وأما خالته فأم المومنين يريد عائشة۔

ان کے والد ماجد یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری تھے اور ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے رفیق غار تھے اور ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذات النطاق (کہ انہوں نے ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زاد سفر اپنے پٹکے سے باندھا تھا) اور ان کی خالہ

---

[1] ۵ - ۲ ص ۱۵۰، طبع علوی لکھنؤ۔

وأما عمته فزوج النبي صلى الله عليه وسلم - يريد خديجة. وأما عمة النبي صلى الله عليه وسلم فجدته يريد صفية. ثم عفيف في الإسلام قارئ للقرآن[1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور ان کی پھوپھی (ان کے ابا کی پھوپھی مراد ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اور ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمہ محترمہ ہیں اور پھر وہ خود اسلام میں پاکباز اور قرآن پاک کے بکثرت پڑھنے والے ہیں۔

مصاحف عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر کی شرکت یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ قرآن کریم جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں ہے اور جس کو شب و روز ہم پڑھتے ہیں اس کی نقلیں حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اپنی نگرانی میں کرا کر ممالک محروسہ میں روانہ کی تھیں۔ ان مصاحف کی کتابت کے لئے حضرت امیر المومنین نے جن چار حضرات کو نامزد فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی تھے[2]

حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں صحیح بخاری میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئیں تو ان دنوں یہ شکم مادر میں تھے، اور وضع حمل کی مدت قریب تھی چنانچہ قبا کے زمانہ قیام ہی میں ان کی ولادت ہوئی فرماتی ہیں۔

ثم اتيت به النبي صلى الله عليه وسلم فوضعه في حجره

پھر میں بچہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے

---

[1] صحیح بخاری باب قولہ ثانی اثنین إذ هما في الغار۔ [2] ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب جمع القرآن، بقیہ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت زید بن ثابت (۲) حضرت سعید بن العاص (۳) حضرت عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل فی فیه فکان اول شیء دخل جوفه ریق رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم حنکه بتمرة ثم دعا له و برك علیه وکان اول مولود ولد فی الاسلام[1]

انکو اپنی گود میں لے لیا اور آپ نے ایک کھجور منگوائی اور اس کو چبا کر پھر ان کے منہ میں ڈال دی۔ چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو داخل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا، پھر آپ نے کھجور کو ان کے تالو پر مل دیا اور ان کیلئے برکت کی دعا کی۔ اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں (ہجرت کے بعد مہاجرین میں) پیدا ہوئے۔

اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ ہیں

اول مولود ولد فی الاسلام عبد الله بن الزبیر اتوا به النبی صلی الله علیه وسلم فاخذ النبی صلی الله علیه وسلم تمرة فلاکها ثم ادخلها فی فیه فاول ما دخل فی بطنه ریق النبی صلی الله علیه وسلم[2]

پہلا بچہ جو اسلام میں (ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں میں) پیدا ہوا وہ عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تھے ان کو (ان کے گھر والے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کھجور منگوا کر پہلے اس کو اپنے دہن مبارک میں چبایا اور پھر ان کے منہ میں اس کو ڈالدیا چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو پہنچی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اتنا اضافہ اور آتا ہے:

ثم مسحه وصلی علیه وسماه عبد الله ثم جاء وهو ابن سبع سنین او

پھر حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، ان کے لئے دعا خیر کی اور ان کا نام عبد اللہ رکھا، پھر جب وہ سات یا آٹھ برس کے ہوگئے

---

[1] باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ إلی المدینہ۔ [2] صحیح بخاری باب مذکور۔

ثمان ليبايع رسول الله عليه وسلم وامره بذالك الزبير فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين رآه مقبلا اليه ثم بايعه[1]

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر ان سے بیعت لے لی۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وفى هذ الحديث ...... مناقب كثيرة لعبد الله بن الزبير رضى الله عنه منها ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم مسح عليه وبارك عليه ودعا له وأوّل شىء دخل جوفه ريقه صلى الله عليه وسلم وانه أوّل من ولد فى الاسلام بالمدينة والله اعلم[2]

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہت سے مناقب ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، (۲) ان کیلئے برکت طلب کی (۳) ان کے حق میں دعا فرمائی (۴) پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں پہنچی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ (۵) یہ اسلام میں پہلے بچے ہیں جو مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور مستخرج اسماعیلی میں "صحیح بخاری" کی اس روایت میں "فی الاسلام" کے بعد یہ اضافہ بھی ہے۔

ففرح المسلمون فرحاً شديداً لأن اليهود كانوا يقولون سحرناهم حتى لا يولد لهم[3]

پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی ہی خوشی ہوئی کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب ان کے یہاں اولاد نہیں ہوگی۔

---

[1] باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ۔ [2] شرح صحیح مسلم از امام نووی باب مذکور۔

[3] فتح الباری ج ۷ ص ۱۹۳۔

عبرت کا مقام ہے مسلمانوں کو جس مبارک بچے کی ولادت پر بڑی خوشی ہوئی، یزید اور اس کا گورنر عمرو الاشدق اسی کے قتل کرنے کے درپے ہوں، اور اسی کی موت میں اپنی خوشی سمجھیں۔ ع تفو بر تو اے چرخ گردان تفو۔

یزیدی گورنر کی مذمت حدیث میں واضح رہے کہ یہ یزیدی گورنر عمرو بن سعید اشدق وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے:

سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول لیرعفن علی منبری جبار من جبابرة بنی اُمیة حتی یسیل رعافه قال فاخبرنی من رأی عمرو سعید بن العاص رعف علی منبر رسول الله صلی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی سال رعافه[1]

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "یقیناً بنی اُمیہ کے ستمگاروں میں سے ایک ستمگار کی میرے منبر پر اس طرح نکسیر پھوٹ کر رہے گی کہ بہنے لگ جائے گی"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہنے لگی۔

کربلا کے دن بنی اُمیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا غرض یزید کی ولی عہدی کی ابتدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی اہانت سے ہوئی اور اس کی بادشاہی کا آغاز ان کے نواسے پر حرم الٰہی میں فوج کشی سے اور ابھی سال جلوس ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ دودمانِ نبوی کے گل سرسبد کو مسل کر خاک میں ملا دیا اور اپنی دانست میں خاندانِ نبوت کا چراغ گل کر کے رکھ دیا، محرم ۶۱ھ ہجری کے یوم عاشوراء میں اہلِ بیت رسالت پر

---

[1] البدایہ والنہایہ۔ از حافظ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۱۱ — [2] اور اسی طرح اختتام بھی۔

یزیدی لشکر کے ہاتھوں جو قیامت ٹوٹی اس کے بارے میں جس نے بھی یہ کہا سچ کہا کہ:

ضحی بنو امیة یوم کربلا	کربلا کے دن بنو امیہ نے اپنے دین کو
بالدین[1]	ذبح کر کے رکھ دیا۔

قرابت رسول اللہ کا پاس و لحاظ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب مناقب قرابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے فضائل کا بیان" اور پھر اس باب کے تحت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا:

ارقبوا محمدا صلی اللہ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت کے
علیہ وسلم فی اہل بیتہ۔	ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا پاس و لحاظ رکھو۔

یعنی "نہ تو کسی معاملہ میں ان کو اذیت پہنچے اور نہ ان حضرات کے ساتھ کسی قسم کا بُرا برتاؤ ہونے پائے۔" اور اسی باب میں حضرت محمد ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

والذی نفسی بیدہ؛	قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان
لقرابة رسول اللہ صلی اللہ	ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل قرابت کی
علیہ وسلم أحب إلیّ أن	صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کی صلہ رحمی
أصل من قرابتی۔	کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا اس قدر پاس و لحاظ تھا کہ جب کبھی ان کے عہد میں قحط سالی ہوتی اور دعا استسقاء کی ضرورت پڑتی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے،

---

[1] تاریخ الخلفاء، الامام سیوطی، ترجمہ یزید بن عبد الملک بن مروان۔

اور خود ان سے دعا کراتے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ:۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا، قال فیسقون[1]

جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے توسل سے بارش کی دعا کرتے اور یوں عرض کرتے کہ الٰہا ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے تجھ سے دعا مانگا کرتے تھے، پھر تو ہم پر بارش برساتا تھا اور اب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے توسل سے تجھ سے مانگتے ہیں تو ہم پر مینہ برسا دے، راوی کا بیان ہے کہ پھر لوگوں پر مینہ برسنے لگتا تھا۔

حدیث میں "قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں شارحین صحیح بخاری لکھتے ہیں:

مراد از قرابت پیغمبر خدا کسے کہ منتسب است بعبد المطلب و مومن است چنانکہ علی مرتضی و ابنائے او رضی اللہ عنہم[2]

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت سے مراد وہ مومن حضرات ہیں کہ جن کا سلسلہ نسب خواجہ عبدالمطلب سے ملتا ہے جیسے حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے صاحبزادگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری" میں جو کچھ لکھا ہے وہی علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"من ینسب لعبد المطلب مؤمنا کعلی وبنیہ" اور شارحین نے جو کچھ لکھا ہے وہی مطلب امام بخاری کا ہے، اسی لئے امام بخاری نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر کو "باب مناقب الحسن والحسین" میں پھر دوبارہ روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں

---

[1] باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا۔ [2] تیسیر القاری ج ۳ ص ۳۵۰ طبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ۔

اور علامہ عینی نے "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں "باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے تحت ان تمام حضرات کو نام بنام گنوایا ہے جو اس وقت خواجہ عبد المطلب کی اولاد میں بقید حیات تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا شرف حاصل تھا، ان میں حضرت مسلم بن عقیل کا نام بھی ہے جو شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عون اور محمد کا بھی۔

پھر یزید نے "قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کا جو پاس ولحاظ کیا وہ سب کو معلوم ہے۔

عبید اللہ بن زیاد جس کو یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ آنے کی خبر سن کر وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اس کی سنگدلی اور قساوت قلبی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس شقی کے سامنے جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو چھڑی سے آپ کے سر مبارک کو چھیڑنے اور آپ کے حسن پر طعن کرنے لگا، اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے؟

کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1]	یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مشابہ تھے۔

اور مسند بزار میں ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ

فقلت لہ إنی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلثم	میں نے اس سے کہا جہاں تو اس وقت اپنی چھڑی رکھ رہا ہے وہاں میں نے

---

[1] صحیح بخاری باب مناقب الحسن والحسین۔

حیث تضع قضیبک قال فانقبض[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے یہ سن کر وہ شقی گھٹ کر رہ گیا۔

اور معجم طبرانی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-

فجعل یجعل قضیبا فی یدہ فی عینہ وانفہ ، فقلت ارفع قضیبک فقد رایت فم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی موضعہ[2]

ابن زیاد بد نہاد کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے لگا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کو اس جگہ رکھے ہوئے دیکھا ہے جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا پاس و لحاظ جس کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "ارقبوا محمداً فی اهل بیتہ" اور جس کا ترجمہ حضرت شیخ نور الحق بن عبد الحق محدث دہلوی نے ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

گفت ابوبکر نگہدارید و محافظت کنید محمد را در اہل بیت او ، یعنی حفظ حرمت محمد و تعظیم او در گرامی داشتن اہل بیت اوست[3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے معاملہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نظر میں رکھو اور آپ کا پوری طرح خیال کرو، یعنی آپ کی حرمت و تعظیم آپ کے اہل بیت کے اعزاز میں ہے۔

اور دوسری جگہ ان الفاظ میں :-

---

[1] فتح الباری باب مذکور۔ [2] فتح الباری باب مذکور۔ [3] "تیسیر القاری" ج ۳ ص ۱۵۱

"گفت ابوبکر صدیق نگہدارید عزت و شرف محمد را صلی اللہ علیہ وسلم در نگہداشت حرمت و تعظیم درحق اہل بیت آنحضرت"[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں انکی حرمت و تعظیم کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزو شرف کو ملحوظ رکھو۔

پھر یزیدی لشکر نے کربلا کے میدان میں جو ان اہل بیت پر جو ظلم و ستم ڈھایا اس کے بارے میں شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

"در شرح ایں قضیہ جانگزا جگر آب شدہ و قلم از دست او فتاد.... از حوصلہ طبع مسلمانے بیروں است کہ اشارتے باں تواں نمود"[2]

اس قضیہ جان گسل کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہوگیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا۔ کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزید کی شقاوت اور علامہ عبد اللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی "کتاب الاتحاف بحب الاشراف" میں فرماتے ہیں۔

"لاریب ان اللہ سبحانہ قضی علی یزید بالشقاء فقد تعرض لآل البیت الشریف بالاذی فارسل جندہ لقتل الحسین وقتلہ وسبی حریمہ واولادہ وھم اکرم اھل الارض حینئذ علی اللہ سبحانہ"[3]

لاریب حق تعالیٰ سبحانہ نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے آل بیت شریف (نبوی) کے ستانے پر کمر باندھی قتل حسین کے لیے فوج سپاہ کو بھیجی ان شہید کیا ان کی حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اسوقت اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نزدیک روئے زمین پر تمام بسنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔

---

[1] "تیسیر القاری" ج۔۳ ص ۳۶۴۔ [2] ج۔۳ ص ۳۶۴۔

[3] ص ۱۸ طبع مصطفیٰ بابی حلبی مصر ۱۳۱۸ھ۔

ابن زیاد کا طرزِ عمل صحابہؓ کے ساتھ

حضرت معقل بن یسارؓ کا اس کو نصیحت فرمانا امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں ایک باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح" یعنی جس کو رعیت کا والی بنایا جائے اور پھر وہ رعیت کی خیر خواہی نہ کرے" اور پھر اس باب میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں:

(۱) عن الحسن ان عبید اللہ بن زیاد عاد معقل بن یسار فی مرضه الذی مات فیه فقال له معقل انی محدثك حدیثاً سمعته من النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول ما من عبد یسترعیه اللہ رعیة فلم یحطها بنصیحة لم یجد رائحة الجنة۔

(۲) وعن الحسن أتینا معقل بن یسار نعوده فدخل عبید اللہ بن زیاد فقال له معقل أحدثك حدیثا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال ما

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کیلئے آیا[1]۔ تو حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کسی رعیت کی نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ پوری طرح ان کی خیرخواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

(۲) نیز حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اتنے میں عبیداللہ بن زیاد بھی آگیا، حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ یزید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

من وال يلي رعية من المسلمين فيموت وهو غاش الا حرم الله عليه الجنة۔	سنی ہے آپ نے ارشاد فرمایا" جو حکمران بھی مسلمانوں کی کسی رعیت کا حاکم ہو اور پھر اس حال میں مر گیا کہ وہ ان کے ساتھ دغابازی کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا"۔

"صحیح مسلم" میں حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے :۔

لو علمت ان لي حياة ما حدثتك به[1]	اگر میں یہ سمجھتا کہ میری ابھی زندگی باقی ہے تو میں تجھ سے یہ حدیث بیان ہی نہ کرتا۔

اور دوسری روایت میں ہے :

لولا انی فی الموت لما حدثتك به[1]	اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں موت کے منہ میں ہوں تو یہ حدیث تم سے بیان بھی نہ کرتا۔

یہ حدیث "صحیح مسلم" میں "کتاب الایمان" میں بھی ہے اور "کتاب الامارۃ"[2] میں بھی، صحیح مسلم کے ایک طریق میں اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو سن کر ابن زیاد حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا۔

الا كنت حدثتني هذا قبل اليوم، قال ما حدثتك أو لم أكن لاحدثك۔	یہ حدیث آپ نے مجھ کو آج سے پہلے کیوں بیان نہیں کی، فرمایا : بس میں نے تم سے بیان نہ کی یا میں تم سے بیان کرنے والا نہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے :۔

كان يخشى بطشه فلما نزل به الموت أراد	وہ ابن زیاد بدنہاد کی سخت گرفت سے ڈرتے تھے، جب موت کا وقت آگیا تو چاہا کہ اس طرح ہی

---

[1] ج - ٢ ص ١٢٢ - [2] باب فضيلة الامير العادل وعقوبة الجائر -

ان یکف بذلک بعض شرہ عن المسلمین[1]

مسلمانوں پر سے اس کے شر کو کچھ دفع کیا جائے۔

ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ساتھ بدتمیزی یہ حضرت مغفل بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی اسی قبیلے کے ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آچکا ہے جس کی تفصیل امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں ایک دوسری سند سے بایں الفاظ مروی ہے۔

(۲) عن الحسن قال لما قدم علینا عبید اللہ بن زیاد امیراً أمّرہ علینا معاویة غلاماً سفیہاً یسفك الدماء سفكاً شدیداً وفینا عبد اللہ بن مغفل المزنی فدخل علیه ذات یوم فقال له إنته عما اراك تصنع فقال له وما انت وذاك فقال ثم خرج الی المسجد فقلنا له ما كنت تصنع بكلام ھذا السفیه علی رؤس الناس؟ فقال انه كان عندی علما فاحببت ألّا أموت حتی اقول به

حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس عبیداللہ بن زیاد امیر بن کر آیا، اس کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم پر والی بنا کر بھیجا تھا یہ ایک بے وقوف چھوکرا تھا جو نہایت بے دردی سے لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں زندہ تھے، وہ ایک روز اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمانے لگے کہ "جو کچھ میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں اس سے باز آجاؤ" اس نے اس نصیحت پر حضرت ممدوحؓ کو یہ جواب دیا کہ تم اس سے منع کرنے والے کون ہوتے ہو؟ پھر حضرت ممدوحؓ مسجد میں تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا آپ بر سر عام اس بے وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟ فرمایا میرے پاس علم تھا سو مجھے یہ پسند آیا کہ

---

[1] ج ۲۰ ۔ ص ۱۱۳ ۔

على رؤس الناس، ثم قام فلبث ان مرض الذى توفى فيه فأتاه عبيد الله بن زياد يعوده فذكر نحو حديث الباب[1]

جب تک اس کو بر سرِ عام بیان نہ کروں موت کے منہ میں نہ جاؤں، پھر آپ جیسے ہی لیٹے مرض الموت نے آپ کو آ لیا، اسی بیماری میں عبیداللہ بن زیاد بھی آپ کی عیادت کے لیے گیا اور آپ نے اسی مضمون کی حدیث اس کو سنائی جو اس باب میں مذکور ہے۔

ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی (۳) اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ صحیح مسلم میں یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ابن زیاد کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہا تو اس بدنہاد نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کا کچھ اثر لیتا الٹا ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، یہ واقعہ حسب ذیل ہے[2]

إن عائذ بن عمرو، وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. دخل على عبيد الله بن زياد فقال اى بنى انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان شر الرعاء الحطمة، فاياك ان تكون منهم، فقال له: اجلس فانما انت من نخالة اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فقال وهل كانت لهم نخالة انما كانت النخالة بعدهم وفى غيرهم[2]

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، عبیداللہ بن زیاد کے پاس آکر فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے حکمرانوں میں سب سے بُرا وہ ہے جو لوگوں کو پیس مارے، تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے رہو، یہ سن کر وہ کہنے لگا (بڑے میاں) بیٹھ جاؤ، تم تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کی بھوسی ہو! یہ جواب سن کر حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ میں بھی بھوسی تھی؟ بھوسی تو بعد میں آنے والوں میں اور ان میں کہ جو صحابی نہیں ہیں۔

---

[1] فتح الباری ج ۱۳، ص ۱۱۳ ۔ [2] ج ۲ ص ۱۲۲ ۔

ابن زیاد کا حضرت ابو برزہ کا مذاق اڑانا

(۴) اور اسی نوع کا ایک اور واقعہ

سنن ابوداؤد میں یہ منقول ہے :

حدثنا مسلم بن ابراهيم نا عبد السلام بن ابي حازم ابو طالوت قال شهدت ابا برزة دخل على عبيد الله بن زياد فحدثني فلان سماه مسلم۔ وكان في السماط۔ قال فلما راه عبيد الله قال ان محمديكم هذا الدحداح ففهمها الشيخ فقال "ما كنتُ أحسب أنى أبقى فى قوم يعيروني بصحبة محمد صلى الله عليه وسلم، فقال له عبيد الله" ان صحبة محمد صلى الله عليه وسلم لك زين غير شين، ثم قال إنما بعثت إليك لأسئلك عن الحوض' سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر فيه

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ہمیں ابوطالوت عبدالسلام بن ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے تھے چنانچہ مجھ سے فلاں[1] صاحب نے بیان کیا، ابوداؤد کہتے ہیں ہمارے استاد مسلم نے تو ان کا نام بھی بیان کیا تھا (مگر میرے ذہن سے اتر گیا) جو اس وقت مجلس میں موجود تھے ان صاحب کا بیان ہے کہ جیسے ہی عبید اللہ کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا (لو یہ) "تمہارا محمدی ٹھگنا موٹا" (آگیا)۔ شیخ (حضرت) نے اس کی بات سمجھی تو فرمانے لگے "میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کے وجود میں آنے تک باقی رہوں گا کہ جو مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر عار دلائے گی"۔ اب عبید اللہ نے (بات بدل کر) ان سے کہا "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لئے زینت ہے، باعثِ عیب نہیں"۔ پھر کہنے لگا میں نے آپ کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ آپ سے حوض کے بارے میں سوال کروں کہ کیا آپ نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] یاد رہے کہ مسند احمد میں ان کا نام عباس جریری آتا ہے۔

شيئًا قال ابو برزة نعم لا مرة ولا ثنتين ولا ثلاثًا ولا أربعًا ولا خمسة فمن كذب به فلا سقاه الله منه ثم خرج مغضبًا۔[1]

کو کچھ فرماتے ہوئے سُنا ہے، حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں ہاں۔ ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، چار دفعہ نہیں، پانچ دفعہ نہیں، جو حوض کا انکار کرے اللہ تعالیٰ اس کو حوض سے کچھ نہ پلائے۔ اس کے بعد آپ غصّہ کی حالت میں اس کے پاس سے چلے آئے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" میں فرماتے ہیں کہ:

"عبید اللہ بن زیاد فساق میں سے تھا، اس لیے اس نے بطور تمسخر آپ کو "دحداح" یعنی ٹھگنا موٹا کہا تھا مگر آپ نے اپنے بارے میں تو اس کے اس طنز پر التفات نہ فرمایا، البتہ اس نے "محمدی" کہہ کر جو آپ کا مذاق اڑایا اس پر آپ کو غصہ آگیا کیونکہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کی اہانت نکلتی ہے۔"[2]

یہ تھا ابن زیاد کا طرزِ عمل صحابہ کرام کے ساتھ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھایا وہ معلوم خاص و عام ہے۔

ابن زیاد بد نہاد تھا

ان سب باتوں کے ساتھ ابن زیاد کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کا باپ زیاد بن سمیہ ثابت النسب نہیں تھا، بلکہ ولد الزنا تھا جس کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوسرے کو اپنا باپ بتاتا تھا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین نے اس کے اس فعل پر نکیر بھی کی[3]۔ ان میں خود زیاد کے ماں شریکی بھائی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے

لمّا ادّعي زياد لقيت ابا بكرة فقلت له ما هذا الذي صنعتم؟ إني سمعت سعد بن

جب زیاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا (کہ وہ ابوسفیان کی اولاد ہے) تو میں (اس کے ماں جائے بھائی) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آکر ملا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے

---

[1] کتاب السنۃ باب فی الحوض۔ [2] ج ۵ ص ۲۲۶ طبع دہلی۔ [3] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶

أبي وقاص يقول سمع أذناي من رسول الله صلى الله تعالى وسلم وهو يقول من ادعى أبا في الإسلام غير أبيه يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام. فقال أبو بكرة وأنا سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم[1]

یہ کیا کیا (مطلب ان کے [illegible] والوں سے تھا) میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں کانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اسلام میں جو شخص اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتاتے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ خود میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس سے یزید کی مردم شناسی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا نفاذ کرنے کے لئے کیسے کیسے بدسرشت لوگوں کا انتخاب کیا کرتا تھا، یزید کو تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کا خاص چچازاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان، مروان کے ترغیب دلانے کے باوجود قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آمادہ نہ ہوسکا اس لیے اس نے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اس شقی ازلی ابن زیاد بدنہاد کا انتخاب کیا اور آخر اس نے ایسا کر کے بتا بھی دیا۔ علامہ بدرالدین عینی نے ابن زیاد کی ان ہی حرکاتِ ناشائستہ کے سبب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کو لعین، کہا ہے[2]

یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی پھر یزید نے ۶۳ہجری میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ڈھایا، وہ تاریخ اسلام کا ایک الگ خوں چکاں باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں۔

---

[1] ج ۱ ص ۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم

[2] ملاحظہ ہو ج ۔ ۷ ص ۶۵۶ طبع استنبول۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں :

و واقعۂ حرہ از اشنع شنائع است کہ در زمانِ یزید واقع شدہ۔ وقد ذکرناہ فی "تاریخ المدینۃ"[1]۔

اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت ہی بُرے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے جس کو ہم نے "تاریخ مدینہ" میں بیان کیا ہے

بیرونِ مدینہ منورہ مشرقی جانب جو سنگستانی علاقہ ہے، جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے، اس کو حرہ واقم بھی کہا جاتا ہے۔ واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانۂ قدیم میں یہاں آکر رہ پڑا تھا، اسی مقام پر انصارِ مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

واقعۂ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ :

أشرف النبي صلى الله عليه وسلم على أطم من أطام المدينة فقال هل ترون ما أرى ؟ إني لأرى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر[2]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں جو گڑھیاں ہیں ان پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک مقامِ بلند پر چڑھ کر آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؛ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا بکثرت عام ہونا ہے، یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں :-

---

[1] ج ۔ ۱ ص ۲۰۶ طبع نول کشور لکھنو ۱۹۱۳ء [2] باب آطام المدینہ

وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولاسيما يوم الحرة[۱]

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ظاہر ہوا اور پھر سلسلہ چلتا ہی رہا اور بالخصوص حرہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے۔

اس حدیث میں جو "رویت" کا ذکر ہے اس سے رویت علمی بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت عینی بھی کہ یہ تمام فتنے عالمِ مثال میں آپ کو دکھلا دیئے گئے ہوں۔ "فتنہ حرہ" سے کیسی تباہی مچی۔ اس کے بارے میں حضرت سعید بن المسیب کا یہ بیان پڑھیے جو صحیح بخاری میں منقول ہے۔

وقعت الفتنة الأولى يعني مقتل عثمان فلم تبق من أصحاب بدر أحدًا ثم وقعت الفتنة الثانية يعني الحرة فلم تبق من اصحاب الحديبية أحدًا[۲]

پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، تو اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (سب آخر ختم ہو گئے) پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

حرہ کے مظالم کی تفصیل

اور امام دارمی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

أخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه وسلم[۳]

سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ "جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا۔ (وہ وہیں چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔

ہ فتح الباری باب مذکور   [۲] ج ۲ - ۵۴۳   [۳] باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ۔

جنگِ حرّہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصارِ مدینہ نے یزید کی مے خواری وبدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کثیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لئے حلال کر دینا۔ ان دنوں فوج کے لئے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان و مال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

فقتل جماعة صبرًا منهم معقل بن سنان ومحمد بن أبي الجهم بن حذيفة ويزيد بن عبد الله بن زمعة وبايع الباقين على أنهم خول ليزيد

اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبد اللہ بن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

اور حافظ ابو بکر بن ابی خیثمہ بسند صحیح جویریہ بن اسماء سے ناقل ہیں:

وقتل من قتل وبايع مسلم الناس على أنهم خول ليزيد يحكم في دمائهم وأموالهم وأهلهم بما شاء

اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیئے گئے تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان کی جان و مال، بیوی بچوں کے بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے

اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ، اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

فلما كان من خلافهم عليه ما كان فوجهه فأباحها ثلاثًا ثم دعاهم إلى بيعة يزيد وأنهم

پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لئے اہلیانِ مدینہ پر ہر قسم کے ظلم وستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لیے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زرخرید غلام

أعبد له قن فی طاعة الله ومعصيته.	ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔

اور امام طبرانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ:

فرجه يزيد مسلم بن عقبة في جيش أهل الشام وأمره أن يبدأ بقتال اهل المدينة ثم يسير إلى ابن الزبير بمكة. قال فدخل مسلم بن عقبة المدينة وبها بقايا من الصحابة فاسرف في القتل ثم سار إلى مكة فمات في بعض الطريق.	پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہل مدینہ سے قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کا رُخ کرنا۔ عروہ کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو وہاں بقیہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اس (مردود) نے نہایت بے دردی سے ان کا قتل عام کیا، اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں اس کو پیک اجل نے آلیا۔

یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم وستم کی وجہ سے "مسرف" یا "مجرم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں "حرہ واقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں

> "موالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے، اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا۔"

اور مخدرات عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔

حرم کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ

ان سب حوالوں کے لے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۳ - ص ۶۰، ۶۱

کا رخ کیا اور وہاں جاکر حرمِ الٰہی کا محاصرہ کر لیا۔ مجرم خبیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھال لی تھی چنانچہ اسی کی زیرِ کمان منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی۔ مجرم نے ذی الحجہ ۶۳ھ میں مدینہ میں داخل ہو کر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا[1] حصین بن نمیر نے صفر ۶۴ھ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آرہے تھے یہ اسی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا[2]۔ اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یزید کو مزید مہلت نہ ملی اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دن بعد اسی سال ۱۵ ربیع الاول کو مر گیا۔

یزید کا انجامِ بد

امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" میں باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب إثم من كاد أهل المدينة" یعنی جو شخص اہل مدینہ پر داؤ لگائے اس کے گناہ کا بیان۔ اور پھر اس کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا يكيد أهل المدينة أحد إلّا انماع كما ينماع الملح فى الماء	جو شخص بھی اہل مدینہ پر داؤ چلائے گا وہ اسی طرح گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص و ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ آتے ہیں:

من أراد أهل المدينة بسوء أذابه الله كما يذوب الملح في الماء[3]۔	جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو اسی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جایا کرتا ہے۔

---

[1] یعقوب بن سفیان فسوی نے واقعہ حرہ کی تاریخ ذی قعدہ ۶۳ھ بیان کی ہے (فتح الباری)

[2] تاریخ الخلفاء از امام سیوطیؒ، تذکرہ یزید بن معاویہ۔

[3] [illegible]

محدث قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

كما انقضى شأن من حاربها أيام بني أمية مثل مسلم بن عقبة فانه هلك في منصرفه عنها ثم هلك يزيد بن معاوية مرسله على أثر ذلك[1]	جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (وشوکت) ختم ہو کر رہ گئی جنہوں نے بنو امیہ کے عہدِ حکومت میں اہلِ مدینہ سے جنگ کی تھی جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اسی مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچھے موت کے منہ میں چلا گیا۔

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے

من أخاف أهل المدينة ظالماً لهم أخافه الله و كانت عليه لعنة الله.	جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مضمون کی روایت آئی ہے[2]

خود فیصلہ کیجئے ہم نے یزید پلید اور اس کے عمالِ بداعمال کے اعمالِ بد کے سلسلہ میں "صحیح بخاری" کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ضروری ہے یا اس کے اعمالِ بد پر نفرین کرنا، واقعی اگر وہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شہید ہو جاتا تو یہ اس کی بڑی سعادت ہوتی لیکن اس کی قسمت میں تو یہ شقاوت لکھی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اس وقت تک پورے نہ کرے جب تک کہ اس کے ہاتھوں حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی حرمت پامال نہ ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین اور ان کا قتل عام نہ ہو اور عترتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام -

---

[1] شرح صحیح مسلم از امام نووی۔ ج ۱ ص ۴۳۱

[2] ان دونوں روایتوں کے لیے ملاحظہ ہو (فتح الباری

کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوں۔ سوچیے اور خوب سوچیے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟

امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا

اسی لیے امام جلال الدین سیوطی جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے "تاریخ الخلفاء" میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضاً۔[1]

اللہ تعالےٰ قاتلِ حسین پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی۔

اور عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح عقائد نسفیہ" میں لکھتے ہیں

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واہانتہ اہل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہا احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ[2]

اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا، ان تمام امور کی تفصیلات گو بطریقِ احاد مروی ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں، اس لیے ہمیں تو اس کے بارے میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد نہیں، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے میں اس کے اعوان و انصار پر بھی۔

ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء حساب و عذاب سے بری ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح رافضی اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اسی طرح یہ ناصبی بھی اپنے خلفاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ روزِ قیامت حساب و کتاب سے بری ہیں اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، چنانچہ مؤرخِ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی نے "دول الاسلام" میں اموی خلیفہ یزید بن عبد الملک بن مروان کے

---

[1] ص ۲۰۷۔ [2] ص ۱۴۷، طبع مصر۔

تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب یہ متولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلنا چاہئے اس پر چالیس شیوخ مملکت نے اس کے سامنے آکر یہ شہادت دی کہ :

ان الخلفاء لاحساب علیھم ولاعذاب[1]	خلفاء کا نہ حساب ہوگا نہ ان پر عذاب ہوگا

حافظ ذہبی کا بیان ہے :

وطائفة من الجھال الشامیین یعتقدون ذلک[2]	شام کے جاہلوں کی ایک جماعت کا یہی اعتقاد ہے ۔

یزید بن عبدالملک کے بڑے بھائی ولید بن عبدالملک کا بھی یہی عقیدہ تھا ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر[3] میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے کہ ولید نے ان سے دریافت کیا :

أیحاسب الخلیفة؟	کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائیگا

ابراہیم نے جواب دیا امیرالمومنین اللہ تعالےٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم ہیں یا حضرت داؤد (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام) اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت وخلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ وعید سنائی ہے کہ :

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝[4]	اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا ہے تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کر اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے ، جو لوگ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ، اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا ۔

---

[1] حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے ص ۲۴۶

[2] ج ۲ ص ۵۵ ۔ [3] ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳

اور خود یزید بھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تصریح سابق میں گزری چونکہ مرجئہ کا عقیدہ رکھتا تھا اس لئے اس کا بھی یہی عقیدہ ہوگا

موجودہ ناصبی جو روافض کی تقلید میں اپنے منہ پر تقیہ کا نقاب ڈال کر اہلسنت بنے ہوئے ہیں اور مساجد میں ان کی امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں چونکہ اپنے بزرگوں کے اس عقیدہ کا برملا اظہار نہیں کر سکتے اس لیے وہ طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے ذریعہ اپنے مزعومہ امام برحق اور خلیفہ راشد سیدنا یزید کے جنتی ہونے کی خود بھی شہادت دیتے اور دوسروں سے بھی شہادت دلوانا چاہتے ہیں لیکن کوئی سنی جس کو حق تعالےٰ نے عقلِ سلیم عطا کی ہے ان کے فریب میں آکر جس طرح حضرات عشرہ مبشرہ اور سادات فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو جنتی مانتا ہے یزید کو کیسے جنتی کہہ سکتا ہے؟ سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناصبی رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے نکلے کیونکہ یہ تو یزید جیسے فاسق وفاجر اور سفاک ظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں، اہل سنت کے نزدیک نہ رافضیوں کا غلو اپنے ائمہ کے بارے میں صحیح ہے اور نہ ناصبیوں کا۔ دونوں صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، نہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہیں نہ یزید کا شمار بھلے آدمیوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

دوسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضؓ نے یزید سے بیعتِ خلافت کی اور اس پر قائم رہے اگر یزید کافر یا فاسق وفاجر اور شرابی اور زانی اور دشمنِ دین ہوتا تو یہ حضرات اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے اور اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر وفسق نوازی اور فجور وبددیانتی کی سرپرستی وتعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یزید کی بیعت کی گئی، نہ وہ کافر تھا اور نہ اس کے فسق کی اتنی شہرت تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ پھر ایک جماعت صحابہؓ کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ظلم کرے تو رعیت کو صبر سے کام لینا چاہئے کیونکہ اقتدار سے نکر لینا آسان کام نہیں اس میں سخت خونریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار کی منتقلی میں کامیابی نہ ہو اور مزید ظلم و تشدد بڑھ جائے۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ "شرح سیر کبیر" میں فرماتے ہیں:

وعن جماعة من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم قالوا: اذا عدل السلطان فعلی الرعیة الشکر وللسلطان الاجر واذا جار فعلی الرعیة الصبر وعلی السلطان الوزر[1]

اور صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سلطان عدل کرے تو رعایا کو شکر کرنا چاہئے اور سلطان کو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو رعایا صبر کرے اور سلطان پر اس کا گناہ ہوگا۔[1]

صحابہ یزید کے درباری نہ تھے

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین، یزید کے درباری تو تھے نہیں، اور نہ ان کو یزید کے ساتھ خلوت و جلوت میں رہنے کا موقعہ ملا تھا جو یزید کے کرتوت ان کو معلوم ہوتے۔ چنانچہ علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے ہی "شرح سیر کبیر" میں یہ بھی لکھا ہے کہ

وقد روی انه لما ولی یزید بن معاویة قال ابن عمر ان یکن خیرًا شکرنا وان یکن بلاءً صبرنا۔ ثم قرأ قوله تعالٰی: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ[2]
(القرآن آیت ۵۴ س ۲۴)

اور یہ بھی مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ حکمران ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: "اگر یہ بھلا ہوا تو ہم شکر کریں گے، اور اگر بلاء ہوا تو ہم صبر سے کام لیں گے۔" پھر آپ نے یہ ارشادِ باری نقل فرمایا (پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو اس کے ذمے ہے جو بوجھ اس پر رکھا گیا اور تمہارے ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا گیا)

کفر وفسق کی سرپرستی توجب ہوتی کہ جب یہ صحابہؓ یزید کے ساتھ اس کی بُری حرکات میں شریک ہوتے۔ "خلیفہ فاسق" کا حکم یہی ہے کہ اگر کسی طاعت کا حکم دے تو اس کی اطاعت کی جائے اور معصیت کا حکم دے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو ہدایت فرمائی تھی وہ "جامع ترمذی" اور "سنن نسائی" میں بایں الفاظ

وعن كعب بن عجرة قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم، أعيذك بالله من امارة السفهاء قال وما ذاك يا رسول الله قال امراء سيكونون من بعدي من دخل عليهم فصدقهم بكذبهم واعانهم على ظلمهم فليسوا مني ولستُ منهم ولن يردوا علىّ الحوض ومن لم يدخل عليهم ولم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم على ظلمهم فاولٰئك مني وانا منهم واولٰئك يردون علىّ الحوض رواه الترمذي والنسائي [1]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں امارت سفہاء سے تجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ امارت سفہاء کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ امراء میرے بعد عنقریب ہوں گے، جس نے ان کے دربار میں جا کر ان کے جھوٹ کو سچ بتایا اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی نہ ان کا تعلق مجھ سے ہے اور نہ میرا تعلق ان سے، اور نہ وہ کبھی حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ اور جو ان کے دربار میں داخل نہ ہوا اور نہ ان کے کذب کی اس نے تصدیق کی اور نہ ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی، سو وہ لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور یہی لوگ ہیں جو حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ، فصل ثانی ص ۳۲۲

حق میں مقبول ہوئی چنانچہ ان کا انتقال یزید کی امارت سے پہلے ہی ۵۸ھ کے بعد ہو گیا تھا اور "سنن ابی داؤد" میں

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الجهاد واجب علیکم مع کل امیر برًّا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوٰة واجبة علیکم خلف کل مسلم برًّا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوٰة واجبة علی کل مسلم برًّا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کی معیت میں واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اور خواہ مرتکب کبائر ہی کیوں نہ ہو اور نماز بھی تم پر ہر مسلمان (امیر) کے پیچھے پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور کبائر ہی کا مرتکب کیوں نہ ہو جب بھی، اور ہر مسلمان پر نماز کا پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور خواہ کبائر میں مبتلا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ شبہ رافضیوں کے شبہ کی طرح ہے

یہ بالکل اسی طرح کا شبہ ہے جیسے کہ روافض کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ صحابہ ناراض تھے، اس لئے کسی صحابی نے بھی ان کی طرف سے کوئی دفاع نہ کیا بلکہ سب صحابہ مسجد نبوی میں اس شخص کے پیچھے کہ جو ان باغیوں کا سرغنہ تھا اور اس فتنہ میں جمعہ و جماعت کا امام بن گیا تھا بڑے اہتمام سے نمازیں پڑھتے رہے حالانکہ اس کے پیچھے نماز کا ادا کرنا خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بموجب تھا جو "صحیح بخاری" میں ہے۔

وعن عبید الله بن عدی بن لخیار أنه دخل علی عثمان وهو محصور فقال

عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے (جن کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرابت بھی تھی)، مروی ہے کہ انہوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۰۔ باب الامامۃ فصل ثانی

إنك إمام عامة ونزل بك ما ترى ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج فقال الصلوٰة أحسن ما يعمل الناس فإذا أحسن الناس فأحسن معهم وإذا أساؤا فاجتنب إساءتهم[1]

محصور تھے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ عامۃ المسلمین کے امام ہیں اور اس وقت آپ کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں اب فتنہ پردازوں کا امام ہماری امامت کر رہا ہے جس سے ہم دل تنگ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: "نماز ان تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے جو لوگ انجام دیتے ہیں لہٰذا جب لوگ نیکی کا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے میں شریک ہو جاؤ اور جب برائی کے مرتکب ہوں تو ان کی برائی سے بچتے رہو۔

کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی کوئی صحابی شریک ہوا ہے؟

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا "حادثہ کربلا" "واقعہ حرہ" اور "حصارِ حرم مکہ" ان تینوں معرکہ ہائے ظلم و ستم میں کوئی صحابی یا کوئی قابلِ ذکر تابعی شریک ہوا ہے؟ یا اس کی بزمِ مے میں کبھی کسی بھلے مانس نے شرکت کی ہے؟ جو یزید کی فسق نوازی اور فجور و بد دینی کی سرپرستی کا ان پر الزام عائد کیا جائے، باقی رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا کہ

انا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله

ہم نے اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے عہد پر بیعت کی ہے

تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اس سے بیعت کی ہے[2]، لہٰذا ہم کسی امیر کی اطاعت میں جادۂ شریعت سے باہر نہیں ہوں گے۔ اس میں

---

[1] رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ۔ فصل ثالث ص ۶۲

[2] چنانچہ علامہ احمد قسطلانی نے "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" میں اس کے یہی معنی لکھے ہیں فرماتے ہیں (علی بیع اللہ ورسولہ) ای علی شرط ما امر بہ من بیعۃ الامام۔ یعنی جس شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خلیفہ کی بیعت کا حکم دیا ہے، اس کے مطابق۔

یزید کے تقویٰ اور طہارت کا بیان نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں تو ابھی ان کی تصریح گزر چکی ہے کہ :

إن یکن خیرًا شکرنا وإن یکن بلاءً صبرنا.	اگر وہ بھلا ہوا تو شکر کریں گے اور اگر بلا ہوا تو صبر کریں گے

یہ بھی خیال رہے کہ کتاب وسنت پر بیعت کرنے کی پیش کش تو بعض حضرات نے جنگِ حرہ کے موقع پر بھی کی تھی، پھر یزیدی لشکر کے سپہ سالار مجرم بن عقبہ نے اس پیش کش کی جس طرح پذیرائی کی اس کی تفصیل حافظ ابن حزم کے الفاظ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ حضرات جب بھی موقع ملتا یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم وستم پر نکیر کرنے سے چوکتے بھی نہیں تھے، چنانچہ پہلے شبہ کے جواب میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یزید کے دورِ پُرفتن کی کس طرح نشاندہی کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے پر مروان کو برسرِ منبر کس طرح ٹوکا اور حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو اشدق کو حرمِ الٰہی پر فوج کشی سے کس طرح روکا اور حضرت معقل بن یسار مزنی نے کس حکمت سے عبید اللہ بن زیاد کو فہمائش کی اور حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس کو سرزنش کی اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس لطف سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس پر اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ اب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیانات پڑھیے، صحیح بخاری میں ہے :

سمعتُ عبد الله بن عمر	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی شخص
وسأله رجل عن المحرم	نے یہ سوال کیا کہ اگر احرام کی حالت میں کوئی
قال شعبة أحسبه یقتل الذباب	شخص مکھی کو مار ڈالے تو اس کے بارے میں
فقال اهل العراق یسألون عن	کیا فتویٰ ہے آپ نے فرمایا اہل عراق مکھی کے

قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هما ریحانتای من الدنیا۔[1]

قتل کرنے کے متعلق دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر ڈالا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

یاد رہے کہ یزید کا برادر عم زاد عبید اللہ بن زیاد (اگر زیاد کو واقعی ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کیا جائے) یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا، اسی کے حکم سے عمر بن سعد چار ہزار کا لشکر جرار لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آیا تھا اور اسی عراقی لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔[2] ابن زیاد بدنہاد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی تھی اس پر حضرت انس و حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس طرح اس پر اظہارِ ناراضگی کیا تھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے دارقطنی کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، وہ درج ذیل ہے:

عن محمد وعبد الرحمٰن ابنی جابر بن عبد اللہ قالا خرجنا مع ابینا یوم الحرۃ وقد کف بصرہ فقال تعس من أخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یا أبت وهل أحد یخیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بیٹوں محمد و عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ حرّہ کے دن ہم اپنے ابا کے ساتھ باہر نکلے اس وقت آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی آپ نے فرمایا: برباد ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف میں مبتلا کیا؟ ہم نے عرض کیا ابا جان! کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے؟

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ مناقب الحسن والحسین۔

[2] اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "شہداء کربلا پر افترا"۔

فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أخاف أهل هذا الحي من الأنصار فقد أخاف ما بين هذين و وضع يده على جنبيه[1].

فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جس نے اس قبیلۂ انصار کو ڈرایا اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان جو چیز ہے (یعنی قلبِ نبوی) اس کو ڈرایا ہے" اور جس وقت آپ کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد ہو رہا تھا آپ اپنے دونوں پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کی بیعت کے باوجود جن کا مستفتی نے نام لیا ہے یزیدی لشکر نے حرہ کی جنگ میں ان بزرگوں کے جگر کے ٹکڑوں کو قتل کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا، اور یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت قطعاً نہیں کی تھی، اور پھر جب یزید تختِ حکومت پر بیٹھا، تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے اخیر میں بیعت کی تھی[2]۔

غرض یزید کے دورِ حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں، جیسے حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور وہ صحابہ جو جنگِ حرہ میں اس کے خلاف لڑے (رضی اللہ عنہم) اور یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم و ستم پر ٹوکتے، جیسے (۱) حضرت عبداللہ بن عباس (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۴) حضرت جابر بن عبداللہ (۵) حضرت ابو شریح خزاعی (۶) حضرت معقل بن یسار مزنی (۷) حضرت انس بن مالک (۸) حضرت زید بن ارقم (۹) حضرت عبداللہ ابن مغفل (۱۰) حضرت عائذ بن عمرو (۱۱) حضرت ابو برزہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ کوئی صحابی بھی یزید کا ثنا خواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور نہ اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۲۲۳

[2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۸

اور یہ ہوتا بھی کس طرح جب کہ یزید کے عہد نحوست عہد کا نقشہ انوری کے اس شعر کے بالکل مطابق تھا

بر بزرگانِ زمانہ شدہ خردان سالار
بر کریمانِ جہان گشتہ لئیمان مہتر

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

تیسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے، یہ ہے کہ "حضرت محمد بن حنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ اس پر عائد کردہ الزامات کی پُر زور تردید بھی کی الخ

"منتقی" کا غلط حوالہ مستفتی نے اس سلسلہ میں "البدایہ والنہایہ" کا حوالہ "منتقی ص ۲۸۱" سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ "منتقی" حافظ ذہبی کی تصنیف ہے جن کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی ہے اور "البدایہ والنہایہ" ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کی۔ اور ان کا سنہ وفات ۷۷۴ھ ہے پھر لطف یہ ہے کہ "منتقی" میں خود اس کے خلاف صاف تصریح ہے کہ :

لم نعتقد انه من الخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة من الاكراد۔ [1]	ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ یزید خلفاء راشدین میں سے تھا جیسا کہ بعض جاہل کُردوں کا عقیدہ ہے۔
ونحن نقول خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم صارت ملكاً كما ورد في الحديث	اور ہم تو اس کے قائل ہیں کہ خلافت نبوت تیس سال ہی رہی پھر بادشاہی ہوگئی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔
يزيد كان ملك وقته وصاحب السيف كامثاله من المروانية والعباسية [2]	یزید بھی مروانیوں اور عباسیوں کی طرح اپنے وقت میں ایک صاحب شمشیر (وعلم) بادشاہ تھا۔

---

[1] ص ۲۷۹ [2] ص ۲۸۱

یاد رہے کہ حافظ ذہبی، یزید کو قطعاً اچھا آدمی نہیں سمجھتے۔ اور وہ خود ان الزامات کو اپنی تصانیف میں اس پر عائد کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ان کی تصریحات آگے موقع بموقع آرہی ہیں۔

ائمۂ مسلمین میں کسی کا عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع

اور حافظ ابن تیمیہ نے "منہاج السُّنۃ" میں جس کا خلاصہ یہی "منتقی" ہے صاف لکھا ہے کہ :

وکذلك کونه عادلاً فی کل اموره مطیعاً لله فی جمیع أفعاله لیس هٰذا اعتقاد أحد من ائمة المسلمین۔ وکذلك وجوب طاعته فی کل ما یأمر به وان کان معصیة لله تعالٰی لیس هو اعتقاد احد من ائمة المسلمین[1]۔

اور اسی طرح یزید کا تمام معاملات میں عادل ہونا، اور اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہونا یہ بھی ائمۂ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے، اور اسی طرح یہ بات کہ یزید کی اطاعت اس کے ہر حکم میں واجب تھی خواہ معصیتِ الٰہی کا ہی حکم کیوں نہ دے یہ بھی ائمۂ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔

ملا منتقی کے محشی محب الدین خطیب نے (جو کہ پکا ناصبی ہے) اس افسانہ کو "البدایہ والنہایہ" کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی تردید محدث حرم محمد عربی تبانی نے "افادۃ الاخیار ببراءۃ الابرار" میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصریحات یزید کے فسق کے بارے میں

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ خود حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب "البدایۃ والنہایہ" میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً :

(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ :

کان یزید فی حداثته صاحب شراب یأخذ مأخذ الاحداث[2]

یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔

---

[1] منہاج السنۃ - ج۲ ص ۲۴۰

[2] ج ۸ ص ۲۸۸

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں :

وکان فیہ ایضا اقبال علی الشہوات[1] وترک بعض الصلوٰۃ فی بعض الاوقات واماتتہا فی غالب الاوقات وقد قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمٰن ثنا حیوۃ حدثنی بشیر بن عمرو الخولانی أن الولید بن قیس حدثہ انہ سمع ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون خلف من بعد ستین سنۃ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا[2] (الحدیث)

اور یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشاتِ نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیا کرتا تھا اور اکثر نا وقت پڑھتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازیں چھوڑیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور عنقریب غیّ جہنم میں (جو کہ جہنم کی بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے۔

(۳) اور پھر وہ حدیثیں ذکر کرکے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے، لکھتے ہیں :

قلتُ : یزید بن معاویۃ اکثر ما نقم علیہ فی عملہ شرب الخمر واتیان بعض الفواحش۔

میں کہتا ہوں یزید بن معاویہ پر اس کی بدکرداری کے سلسلے میں سب سے زیادہ جو الزام عائد کیا گیا وہ مے نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

یاد رہے یہ سب الزامات وہ ہیں جو صحابہ نے اس پر عائد کئے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے ان الزامات سے یزید کی کہیں برأت نہیں کی ہے اب ظاہر ہے کہ جب حافظ ابن کثیر خود محمد بن حنفیہ کی اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے اور جابجا اس کے خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو پھر ابن الحنفیہ کی نسبت اس قول کی صحت معلوم۔

اور یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

---

[1] ج ۸۔ ص ۲۳۰ [2] سورہ مریم آیت ۵۹/۱۹

عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن سے محمد بن حنفیہ کا یہ مکالمہ برأت یزید کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے) دونوں صحابی ہیں۔ اب اگر یہ مکالمہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دونوں صحابیوں نے تو یزید پر جھوٹی تہمت جوڑی اور ابن حنفیہ جو کہ صحابی نہیں ہیں ان کی بات سچی نکلی یہ بات مستفتی کا ذہن تو قبول کر سکتا ہے لیکن عام مسلمان کا نہیں۔

اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس افسانے کا ذکر صرف تاریخ ابن کثیر میں ملتا ہے اور انہوں نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس پر کوئی علمی بحث کی جا سکے۔ اس افسانہ کو نہ امام ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے نہ حافظ ابن الاثیر جزری نے اور نہ کسی اور معتبر مؤرخ نے۔ لہٰذا پہلے محمد بن حنفیہ سے اس مکالمہ کو بسند صحیح ثابت کیا جائے۔ پھر شبہ ظاہر کیا جائے اور بالفرض اس افسانہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یزید کے بارے میں ابن حنفیہ کی تعدیل [illegible] تابعینِ کبار کی جرح کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، صحابہ کی جرح کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ اصولِ حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ پھر صحابہ کی جرح کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

فنِ رجال کا متفقہ فیصلہ، یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے! یاد رہے تاریخ و فنِ رجال کی تمام کتابوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یزید کی عدالت مجروح و مقدوح ہے اور وہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ”تقریب التہذیب“ میں فرماتے ہیں

یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان	یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابو خالد
الاموی ابو خالد ولّی الخلافۃ	سنہ ٦٠ ہجری میں متولی خلافت ہوا۔
سنۃ ستین ومات سنۃ أربع و	اور سنہ ٦٤ ہجری میں مر گیا، پورے چالیس
ستین و لم یکمل الاربعین، لیس بأھل	سال کا بھی نہ ہو سکا یہ اس کا اہل نہیں کہ
أن یروی عنہ	اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ محمد بن حنفیہ کی طرف اگر اس قول کا انتساب صحیح ہوتا یا کسی بھی صحابی و تابعی سے یزید کی ثنا و صفت منقول ہوتی اور وہ محدثین و ائمہ رجال کے نزدیک عادل ہوتا تو فنِ رجال کا یہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے

چوتھا شبہ اور اس کا جواب

چوتھا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو یزید کو ان کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کی بیعت و اطاعت کا حکم دیا۔ اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا فسق تواتر سے ثابت ہے اس لیے اس کے صالح ہونے کا ذکر اگر کسی روایت میں آئے تو وہ روایت شاذ نا قابلِ قبول ہوگی، علامہ ابو الفرج اصفہانی نے "الاغانی" میں اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے

ان ابن عباس أتاه نعي معاوية و ولاية يزيد وهو يعشي أصحابه ويأكل معهم وقد رفع إلى فيه لقمة فألقاها وأطرق هنيهة ثم قال جبل تدكدك ثم مال بجميعه في البحر واشتملت عليه	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر مرگ اور یزید کے حاکم بننے کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنے اصحاب کو شام کا کھانا کھلا رہے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس وقت آپ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والے تھے کہ آپ نے لقمہ رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکاتے رہے پھر فرمانے لگے کہ ایک پہاڑ تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر سارے کا سارا سمندر میں چلا گیا

الأبحر لله درّ ابن هند ما كان أجمل وجهه وأكرم خلقه وأعظم حلمه فقطع عليه الكلام رجل وقال أتقول هذا فيه فقال: ويحك إنك لا تدري من مضى عنك ومن بقي عليك وستعلم ثم قطع الكلام[2]

اور اس کے کئی سمندر بن گئے[1] ابن ہند (معاویہ) کے کیا کہنے۔ اس کا چہرہ کتنا پیارا! اس کا اخلاق کتنا…… عمدہ اور اس کا حلم کتنا زیادہ تھا۔ اس پر ایک شخص ان کی بات کاٹ کر کہنے لگا آپ بھی ان کے بارے میں ایسا کہتے ہیں، فرمایا تجھ پر افسوس ہے تجھے پتہ ہی نہیں کہ تجھے چھوڑ کر کون چلا گیا اور تجھ پر مسلط ہونے کے لیے کون باقی رہ گیا، سو اب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اتنا کہہ کر آپ نے گفتگو ختم کر دی۔

اور مستفتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے لیے دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ایک "الامامۃ والسیاسۃ" کا دوسرے "بلاذری" کا

"الامامۃ والسیاسۃ" قابلِ استناد نہیں

"الامامۃ والسیاسۃ" قابلِ استناد کتاب نہیں، معلوم نہیں اس کا مصنف کون ہے۔ مشہور ادیب ابن قتیبہ کی طرف اس کی نسبت جعلی ہے۔

بلاذری کی سند صحیح نہیں

رہا بلاذری تو اس کی سند میں صحت معلوم نہیں ہوتی ایسی روایت ہر حال میں مردود ہے اور اگر کسی کو اس کی صحت پر اصرار ہو تو سند پیش کر کے اس کی صحت کا ثبوت دے۔ خود مؤرخ بلاذری کی "انساب الاشراف"

---

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس موقع پر جو رائے ظاہر کی ہے آئندہ ہونے والے واقعات نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ تقریباً چودہ پندرہ سال تک پھر اموی حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہو سکا اور اسلامی دنیا اس عرصے میں خانہ جنگی میں مبتلا رہی۔

[2] ج ۱۶ ص ۳۷ - طبع دار الفکر بیروت

میں یزید کا تذکرہ اس کے فسق و فجور کے ذکر سے پُر ہے تاہم اس میں بعض ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی اہمیت کے پیشِ نظر یہودیوں نے ۱۹۳۰ء میں یروشلم سے اس کتاب کو شائع کیا تھا اور انہی یہودیوں کی اتباع میں محمود احمد عباسی جیسے ملحدین نے مسلمانوں میں انتشارِ فکر پیدا کرنے کے لیے اس قسم کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی۔

بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہوگا۔

اور بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کے بارے میں یہی اظہارِ خیال فرمایا تھا جو اس روایت میں مذکور ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ یزید کا فسق ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا اور اس کے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور وہ سب کے سامنے نیک بنا رہتا تھا اس لیے ممکن ہے نظر بظاہر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے معاً بعد اس کے بارے میں ایسا اظہارِ خیال فرمایا ہو۔ بعد کو جب اس کا فسق عالم آشکارا ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی مظلومانہ شہادت نے اس کے ظلم و عدوان پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود یزید کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اصل اعتبار اس کا ہوگا۔

یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت

چنانچہ یزید کے نام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خط و کتابت جو کتبِ تواریخ میں درج ہے وہ دیکھ لی جائے۔ اس سے سب حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نظر میں یزید کا کتنا احترام تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی بیعتِ خلافت کی دعوت دی تھی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اس انکار سے یزید سمجھا کہ چونکہ یہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیعت سے انکار کیا ہے

اس بات سے خوش ہو کر اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو خط لکھا ہے وہ یہ ہے:

یزید کا خط حضرت ابن عباس کے نام

اما بعد: فقد بلغنی أنّ الملحد ابن الزبیر دعاك إلی بیعته وانك اعتصمت ببیعتنا وفاء منك لنا فجزاك الله من ذی رحم خیر ما یجزی المواصلین لأرحامهم الموفین بعهودهم فما أنسی من الأشیاء فلستُ بناسٍ برّك وتعجیل صلتك بالذی أنت له أهل فانظر من طلع علیك من الآفاق ممن سحرهم ابن الزبیر بلسانه فاعلمهم بحاله فانهم منك اسمع الناس ولك أطوع منهم للمحل[2]

اما بعد: مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن الزبیر نے آپ کو اپنی بیعت کے لیے کہا تھا اور آپ ہماری وفاداری میں ہماری بیعت پر مستقیم ہیں اللہ تعالیٰ آپ جیسے رشتہ دار کو بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جو وہ ان حضرات کو عطا کرتا ہے کہ جو صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں سو اب میں کچھ بھی بھولوں پر آپ کے اس احسان کو نہیں بھولوں گا اور نہ آپ کی خدمت میں فوراً ایسے صلے کی روانگی کو جو آپ کے شایانِ شان ہو، اب آپ ذرا اتنا خیال اور رکھیں کہ جو بھی بیرونی آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور ابن زبیر نے اپنی جادو بیانی سے اسے متاثر کر لیا ہو تو آپ ابن زبیر کے حال سے اسے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس حرم کعبہ کی حرمت کے حلال کرنے والے کی نسبت لوگ آپ کی زیادہ سنتے اور زیادہ مانتے ہیں

حضرت ابن عباس کا سرزنش نامہ یزید کے نام

یزید کے اس خط کے جواب میں حضرت

---

[1] ابن زبیر مراد ہیں کہ یزید کی بیعت نہ کرنے کے سبب یزید خاک بدہن گستاخ ان کو ملحد اور حرمت کعبہ کو ختم کرنے والا کہتا تھا۔

[2] الکامل از ابن اثیر ج ۴ ص ۵۰

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو جو سرزنش نامہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے:

أما بعد: فقد جاء في كتابك فأما تركي بيعة ابن الزبير فوالله ما ارجو بذلك برّك ولا حمدك ولكن الله بالذي أنوى عليمٌ وزعمت انك لست بناس برّي فاحبس أيها الإنسان برّك عني فإني حابس عنك برّي وسألت أن أحبب الناس إليك و أبغضهم وأخذ لهم لابن الزبير فلا ولا سرور ولا كرامة كيف وقد قتلت حسينا وفتيان عبد المطلب مصابيح الهدى ونجوم الأعلام غادرتهم خيولك بأمرك في صعيد واحد مرملين بالدماء مسلوبين بالعراء مقتولين بالظماء لا مكفنين ولا موسدين[1]،

اما بعد: تمہارا خط مجھے ملا، میں نے جو ابن زبیر سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری ثنا و صفت کا خواہاں نہیں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ زعم ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے تو اے انسان اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس اٹھا رکھو کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا، نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسین کو اور ان جوانانِ عبد المطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے، تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا

---

[1] یاد رہے الکامل لابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ میں یہاں "موسدین" کے بجائے "مسودین" اور "تتنا بھم" کی جگہ "ینشا بھم" اور "عوج الضباع" کی بجائے "عرج البطاح" غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس کی تصحیح "مجمع الزوائد" سے کر دی ہے

تسفى عليهم الرياح وتنتابهم عوج الضباع حتى أتاح الله بقوم لم يشركوا في دمائهم كفنوهم واجنوهم وبي بهم تعززت وجلست مجلسك الذي جلست فما أنسى من الأشياء فلست بناسي اطرادك حسيناً من حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى حرم الله وتسييرك الخيول إليه فما زلت بذلك حتى أشخصته إلى العراق فخرج خائفاً يترقب فنزلت به خيلك عداوة منك لله ورسوله ولأهل بيته الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فطلب اليكم الموادعة وسألكم الرجعة فاغتنمتم قلة أنصاره

وہ چھینا جا چکا تھا، پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا، ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری سے ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے، ان لوگوں نے آ کر ان کو کفن دیا اور دفن کیا حالانکہ بخدا ان ہی کے طفیل مجھے یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں، پر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حسین کو مجبور کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جا لیا۔

یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول اور ان اہل بیت کی عداوت میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک صاف کر دیا تھا۔

حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا

واستيصال اهل بيته و تعاونتم عليه كانكم قتلتم اهل بيت من الترك والكفر فلاشيء أعجب عندي من طلبتك ودي وقد قتلت ولد أبي وسيفك يقطر من دمي وأنت أحد ثاري ولا يعجبك إن ظفرت بنا اليوم فلنظفرت بك يومًا[1] والسلام

جا سکتا ہے، موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو پس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے، اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے۔[2] والسلام

یزید کا یہ خط اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ جواب، مورخ بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" (ج ۴ ص ۱۸ - ۱۹ طبع یروشلم ۱۹۳۸ء) میں نقل کیا ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آخری فیصلہ یزید کے حق میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

پانچواں شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے "العواصم من القواصم" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب الزہد" میں امیر یزید کا ذکر زہادِ صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں ذکر کیا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

---

[1] کامل ابن اثیر۔ ج ۴۔ ص ۵۰/۵۱

[2] تاریخ شاہد ہے کہ حضرت کی یہ پیشینگوئی پوری ہو کر رہی اور عباسیوں ہی کے ہاتھوں امویوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اس کا جواب

ابن العربی کی رائے غزالی کے بارے میں

یہ صحیح ہے کہ حافظ ابوبکر بن العربی، امام غزالی کے شاگرد تھے لیکن خود ان کے دل میں استاد کی جو قدر تھی وہ بھی سن لیجئے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں ۵۴۳ھ ہجری کے وفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وممن توفی فیہا من الأعیان الفقیہ ابوبکر بن العربی المالکی شارح الترمذی کان فقیہاً عالماً وزاہداً عابداً وسمع الحدیث بعد اشتغالہ فی الفقہ وصحب الغزالی وأخذ عنہ وکان یتہمہ برأی الفلاسفۃ ویقول دخل فی اجوافہم فلم یخرج منہا۔[1]

اور اس سنہ میں جن بڑے لوگوں کا انتقال ہوا ان میں فقیہ ابوبکر بن العربی مالکی شارح ترمذی بھی ہیں۔ یہ فقیہ و عالم اور زاہد و عابد تھے۔ انہوں نے حدیث کا سماع فقہ میں مشغول ہونے کے بعد کیا تھا۔ غزالی کی صحبت میں رہے ان سے علم بھی حاصل کیا اور غزالی کو فلاسفہ کی رائے سے بھی متہم کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ فلسفہ ان لوگوں کے پیٹوں میں ایسا گھسا کہ پھر نکلا ہی نہیں۔

ابن العربی کا فتویٰ کہ حسینؓ کا قتل جائز تھا

بجا ہے بقول شاگرد، استاد تو فلسفہ کے چکر سے ساری عمر نہ نکل سکے۔ مگر خود بدولت کو آخر کیا ہو گیا تھا کہ یزید جیسا شقی تو آپ کو اولیاء کبار کی صف میں نظر آیا اور ریحانۃ الرسول، سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں ایسے مجرم ٹھہرے کہ جناب نے جھٹ سے یہ فتویٰ صادر فرما دیا کہ:

---

[1] ج ١٢ - ص ٢٢٨، ٢٢٩

قتل الحسین بشرع جدہ[2]

حسین کو ان کے نانا کی شریعت کے مطابق قتل کر ڈالا گیا۔

نازم برین فطانت۔ سمجھ بوجھ ہو تو ایسی ہو۔ غالی ناصبیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں لکھتے ہیں:

غلو الناصبیة الذین یزعمون ان الحسین کان خارجیاً وانہ کان یجوز قتلہ[3]

ناصبیوں کا غلو ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا اور (اس لیے) ان کو قتل کرنا جائز تھا۔

قاضی ابوبکر بن العربی ناصبی ہیں چنانچہ اسی لیے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ "فتاوی عزیزی" میں لکھتے ہیں:

نواصب فرقہ جدا است، ورنہ خوارج در مغرب وشام بسیار بودہ اند، ومتوکل عباسی ووزیر او وعلی بن جہم نیز از جملہ نواصب است۔ خوارج جمیع مقاتلین را از صحابہ ہمچو طلحہ وزبیر وامیر المومنین علی المرتضیٰ ومعاویہ وعمرو بن العاص را تکفیر می کنند۔ ونواصب محض عداوت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وذریت طاہرۂ او شعار خود

"نواصب" "خوارج" سے جدا فرقہ ہے یہ مغرب اور شام میں بہت تھے۔ خلیفہ المتوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم بھی نواصب میں سے تھے۔ خوارج ان تمام صحابہ کرام کو جن میں باہم جنگ ہوئی یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، امیر المومنین علی مرتضیٰ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) ان سب کو کافر بتاتے ہیں اور "نواصب" نے صرف امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مقدمہ ابن خلدون" ص ۵۲۔ طبع مطبعہ بہیہ مصر

"العواصم من القواصم" از ابن العربی ص ۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۳۷۱ھ

[3] ج ۲ ص ۲۵۶۔ طبع امیریہ مصر ۱۳۲۱ھ

دارند و از متأخرین حافظ مغربی نیز ناصبی است [۱]

اور ان کی ذریت طاہرہ کی عداوت کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ متاخرین میں حافظ مغربی (ابوبکر بن العربی) بھی ناصبی ہے ۔

کتاب الزہد میں جن صاحب کا تذکرہ ہے وہ امیر یزید نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں

اسی ناصبیت کی شامت سے شاید قاضی جی کو وہم ہو گیا اور انہوں نے "کتاب الزہد" میں یزید بن معاویہ کا نام دیکھتے ہی اس کو اپنا ممدوح امیر یزید سمجھ لیا، یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں جو مشہور عابد و زاہد گزرے ہیں ان کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے ۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے حافظ جمال الدین مزی کی "تہذیب الکمال" سے ان کا پورا ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :

یزید بن معاویة النخعی الکوفی ذکر ابوبکر بن أبی خیثمة انه معدود فی العباد هو و عمرو بن عتبة بن فرقد و ربیع بن خثیم و همام بن الحارث و معضد الشیبانی و جندب بن عبد الله و کمیل بن زیاد النخعی و اویس القرنی، وحکی عن عبد الرحمٰن بن یزید النخعی قال خرجنا فی جیش نحو فارس فیه علقمة و یزید بن معاویة فقتل یزید بن معاویة له ذکر فی الدعاء من صحیح البخاری فی باب الموعظة

یزید بن معاویہ نخعی کوفی، ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اور عمرو بن عتبہ بن فرقد اور ربیع بن خثیم اور ہمام بن الحارث اور معضد شیبانی اور جندب بن عبد اللہ اور کمیل بن زیاد نخعی اور اویس قرنی ان سب کا شمار عابدوں میں ہے ۔ اور عبد الرحمٰن بن یزید کوفی نخعی سے منقول ہے کہ فارس کی مہم پر ایک لشکر میں ہم بھی روانہ ہوئے تھے اسی لشکر میں علقمہ اور یزید بن معاویہ بھی تھے پھر یزید بن معاویہ اسی مہم میں شہید ہو گئے ۔ صحیح بخاری، کتاب الدعاء کے "باب الموعظة ساعة بعد ساعة" میں بروایت شقیق بن سلمہ مذکور ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہر آنے کے منتظر تھے

---

[۱] ج - ۱ ص ۱۰۷ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ

ساعة بعد ساعة" فی حدیث شقیق بن سلمة قال: کنا ننتظر عبد اللّٰه اذ جاء یزید بن معاویة فقلنا الا تجلس۔ الحدیث وذکرہ فی التاریخ و ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات وقال قتل غازیا بفارس[1]

کہ اسی اثناء میں یزید بن معاویہ بھی آ گئے ہم نے ان سے عرض کیا آپ تشریف نہیں رکھیں گے؟ الخ

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے بھی "کتاب الثقات" میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ فارس میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اب یہ خدا ہی جانے قاضی ابوبکر بن العربی کو اپنی خوش فہمی کی بدولت یہ وہم ہوا ہے یا انہوں نے قصداً ہی مغالطہ دینے کے لیے لوگوں کا ذہن یزید بن معاویہ کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے (جو طبقہ کبار تابعین میں بڑے عابد وزاہد بزرگ گزرے ہیں) اپنے ممدوح امیر یزید بن معاویہ اموی کی طرف منتقل کر دیا، تاکہ لوگ اس یزید پلید کو بھی حضرت یزید کوفی نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرح زہد و عبادت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسر سمجھنے لگیں۔

ناصبیوں کا امام طبری کو رافضی بتانا

درحقیقت یہ ویسی ہی ناپاک جسارت ہے جیسی کہ آج کل کے ناصبی حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کرتے ہیں جو مجتہدین اہل سنت میں بڑے نامور امام گزرے ہیں اور انہیں صرف اس لیے رافضی بتاتے ہیں کہ اس نام کا ایک دوسرا رافضی عالم بھی گزرا ہے ان ناصبیوں کی یہ سعی نامحمود صرف اس لیے ہے کہ امام طبری کی تاریخ "ناصبیت" کا ساتھ نہیں دیتی۔[2]

---

[1] اس کتاب کا عکسی نسخہ "جامعہ علوم اسلامیہ" علامہ بنوری ٹاؤن میں موجود ہے۔

[2] ناصبیت کی طرف میلان کے سبب حافظ مغربی ابوبکر بن العربی اگرچہ تمام مورخین اسلام

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مطبوعہ کتاب الزہد اصل نہیں اس کا انتخاب ہے ۔

واضح رہے کہ حال میں جو "کتاب الزہد" امام احمد بن حنبل کے نام سے مطبع ام القریٰ مکہ سے شائع ہوئی ہے، وہ پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا انتخاب ہے، پوری کتاب جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں تصریح کی ہے بڑی ضخیم کتاب ہے جو مسند احمد بن حنبل کی تقریباً ایک تہائی ہے ۔ موجودہ نسخہ جو اصل کتاب کا انتخاب ہے اس میں "دونوں یزیدوں" کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا قاضی جی کی "العواصم" سے اس بارے میں استدلال کرنا محض نادانی ہے ۔

یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے

بہرحال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی طرف اس خرافات کو منسوب کرنا کہ "وہ یزید کو عابد وزاہد مانتے تھے" بہت بڑی جسارت ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

لا ینبغی أن یروی عنه   اس سے روایت نہیں کرنا چاہیئے ۔

اور حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) سے نالاں ہیں۔ مگر امام طبری سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ تمام مؤرخین اسلام میں اگر ان کو کسی مؤرخ پر اعتماد ہے تو وہ صرف امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ العواصم من القواصم میں نہایت دل سوزی کے ساتھ ان کی تاکید یہ ہے کہ ولا تسمعوا لمؤرخ کلاما الا للطبری (ص ۲۴۸) طبری کے سوا کسی مؤرخ کی کوئی بات نہ سنو۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ رافضیوں کے بارے میں حافظ ابوبکر ابن العربی سے زیادہ کون حساس ہوگا۔ امام طبری کی تصانیف بالخصوص تاریخ میں اگر رفض کی ترجمانی ہوتی تو وہ اس رائے کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے ۔

قيل له أتكتب الحديث عن يزيد بن معاوية قال لا ولا كرامة، أوليس هو الذى فعل بأهل المدينة ما فعل[1]۔

حضرت امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہ سے حدیث آپ لکھیں گے فرمایا نہیں، اس کی کچھ وقعت نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے "تعجیل المنفعۃ" میں امام احمدؒ کی کتاب الزہد" اور ان کی "مسند" کے ان تمام رجال کا ذکر کیا ہے جن سے "صحاح ستہ" میں روایتیں نہیں ہیں اس میں یزید بن معاویہ کے بارے میں یہ مذکور ہے

ولم يقع له فى المسند رواية وإنما له مجرد ذكر۔

مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں صرف اس کا ذکر آیا ہے

پھر فرماتے ہیں:

وقد وقع ليزيد بن معاوية ذكر فى الصحيح وفى السنن ايضاً وظفرت له فى المراسيل لأبى داؤد برواية ذكرت له من أجلها تذكرة فى تهذيب التهذيب۔

یزید بن معاویہ کا "صحیح بخاری" میں بھی ذکر آیا ہے اور سنن میں بھی[2] مجھے اس کی ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے جس کی بنا پر میں نے "تہذیب التہذیب" میں اس کا تذکرہ لکھا ہے

اور اسی کے ساتھ "تہذیب التہذیب" میں یہ بھی تصریح کر دی ہے ولیست له رواية تعتمد (اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل اعتماد ہو) واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تعجیل المنفعۃ"، تہذیب التہذیب

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ص۴۸۳ ج-۳، طبع ریاض۔

[2] ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی گئی ہے بلکہ سلسلۂ کلام میں کہیں اس کا ذکر آ گیا ہے۔

اور لسان المیزان۔ ان تینوں کتابوں میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" سے یزید کا مکمل ترجمہ

ہم لسان المیزان سے یزید کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

يزيد بن معاوية بن أبي سفيان الاموي روى عن أبيه. وعنه ابنه خالد وعبد الملك بن مروان، مقدوح في عدالته وليس بأهل أن يروى عنه، وقال احمد بن حنبل لا ينبغي أن يروى عنه انتهى وقد وجدت له رواية في مراسيل أبي داود ونبهت عليها في "النكت على الاطراف" واخباره مستوفاة في "تاريخ ابن عساكر" وملخصها أنه ولد في خلافة عثمان وقد أبطل من زعم أنه ولد في عهد النبوي وكنيته أبو خالد ولما مات أبوه بويع له بالخلافة سنة ستين، وامتنع من بيعته الحسين بن علي و

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبد الملک بن مروان نے اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنا چاہیئے (یہاں ذہبی کی عبارت جو "میزان الاعتدال" میں ہے تمام ہوئی) مجھے اس کی ایک روایت "مراسیلِ ابی داؤد" میں ملی، جس پر میں نے "النکت علی الاطراف" میں تنبیہ کر دی ہے۔ یزید کے حالات "تاریخ ابن عساکر" میں بتمام و کمال مذکور ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اس نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت عہدِ نبوی میں ہوئی تھی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ سنہ ۶۰ ہجری میں اپنے والد کے انتقال پر اس سے بیعتِ خلافت ہوئی، حضرت حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

عبد الله بن عمر و عبد الله ابن الزبير رضي الله تعالى عنهم و عاذ بحرم مكة فسمي عائذ البيت وأما ابن عمر رضي الله عنهما فقال إذا اجتمع الناس بايعت ثم بايع وأما الحسين رضي الله عنه فسار إلى مكة فوافق بيعته أهل الكوفة فسار إليهم بعد أن أرسل ابن عمه مسلم بن عقيل لأخذ البيعة فظفر به عبيد الله بن زياد أميرها فقتله وجهز الجيش إلى الحسين فقتل في يوم عاشوراء سنة إحدى وستين ثم إن أهل المدينة خلعوا يزيد في سنة ثلاث وستين فجهز إليهم مسلم بن عقبة المري في جيش حافل فقاتلهم فهزمهم وقتل منهم خلق كثير من الصحابة وابناءهم وسبق الاكابر

عنہم نے اس سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور اسی بنا پر ان کو "عائذ البیت" کہا جانے لگا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ "جب سب لوگ اس کی بیعت پر مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا" بعد کو آپ نے بھی بیعت کر لی۔ رہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر اہل کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ ان کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے آپ اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بیعت لینے کی غرض سے بجانب کوفہ روانہ کر چکے تھے وہاں امیرِ کوفہ عبید اللہ بن زیاد کا ان پر قابو چل گیا اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فوج بھیجی۔ چنانچہ آپ کو بروز عاشورا ۶۱ھ کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد اہلِ مدینہ نے ۶۳ھ میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عقبہ مری کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا، جس نے اہلِ مدینہ سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت دی، اس جنگ میں صحابہ، اولادِ صحابہ اور

التابعين وفضلائهم و استباحها ثلاثة ايام نهبا وقتلا ثم بايع من بقي على أنهم عبيد ليزيد ومن امتنع قتل ثم توجه إلى مكة لحرب ابن الزبير فمات في الطريق وعهد الى الحصين بن نمير فسار بالجيش إلى مكة فحاصر ابن الزبير ونصبوا المنجنيق على الكعبة فوهت اركانها ثم احترقت وفي اثناء ذلك ورد الخبر بموت يزيد ثم مات ابنه معاوية بن يزيد بعد قليل وصفا الجو لابن الزبير فدعا إلى نفسه فبايعه اهل الأفاق واكثر اهل الشام ثم خرج عليه مروان بن الحكم فكان ما كان۔ قال أبو يعلى في "مسنده" حدثنا حكم

اکابر تابعین میں سر برآوردہ حضرات اور فضلاء کی ایک کثیر خلقت قتل کر دی گئی، مسلم بن عقبہ نے تین دن تک مدینہ شریف کو لوٹ مار اور قتل وغارت کے لیے حلال کر دیا۔ پھر جو زندہ بچ گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد مسلم نے مکہ معظمہ کا رُخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی جائے مگر اسے راہ میں ہی موت نے آلیا، مسلم نے حصین بن نمیر کو سالارِ لشکر کیا تھا چنانچہ یہ لشکر لے کر مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر نے کعبہ کے بالمقابل منجنیق نصب کر کے اس پر گولہ باری شروع کر دی جس سے کعبہ کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی۔ اسی اثناء میں یزید کے مرنے کی خبر آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فضا صاف ہو چکی تھی چنانچہ آپ نے اپنے بیعت کی دعوت دی اور تمام آفاق اور اہل شام کی اکثریت نے آپ سے خلافت پر بیعت کر لی پھر مروان نے آپ کے خلاف خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن

بن موسیٰ قال حدثنا الولید عن الاوزاعی عن مکحول عن أبي عبیدة بن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "لا یزال أمر أمتي قائمًا بالسوی حتّی یکون أوّل من یثلمه رجل من بنی أمیه یقال له یزید" وقال أبو زرعة الدمشقی حدثنا أبو نعیم حدثنا شیبان عن ابن المنکدر قال لمّا جاءت بیعة یزید قال ابن عمر رضی اللہ عنہما إن کان خیرًا رضینا و ان کان بلاءً صبرنا. وقال ابن شوذب سمعت ابراهیم بن أبي عبد یقول سمعت عمر بن عبد العزیز یترحم علی یزید بن معاویة. وقال یحیی بن عبد الملک بن أبي عتبة

موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ولید نے اوزاعی سے حدیث نقل کی، اوزاعی، مکحول سے راوی ہیں اور مکحول حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا معاملہ ٹھیک چلتا رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہے سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالے گا۔ ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس یزید کی بیعت کی اطلاع آئی تو آپ نے فرمایا اگر یزید بھلا ہوا تو ہم اسے پسند کریں گے اور بلا ہوا تو صبر کریں گے۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یزید پر رحم کھاتے ہوئے سُنا[1] اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی عتبہ کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب

---

[1] یعنی اپنی رحمدلی کی بنا پر اس پر ترس آتا تھا کہ خدا جانے اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں اس کا کیا

حدثنا نوفل بن ابی عقرب قال كنتُ عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال امير المؤمنين يزيد ، فقال له عمر تقول أمير المؤمنين ؟ وأمر به فضربه عشرين سوطاً.

قال ابو بكر بن عياش : بايع الناس له في رجب سنة ستين ومات في ربيع الأول سنة ثلاث وستين كذا قال ، والصواب في نصف ربيع الأول سنة اربع و كان سنه يوم مات ثمانياً وثلاثين سنة[2]

نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے "امیرالمومنین یزید" کے الفاظ نکل گئے تو اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو "امیرالمومنین" کہتا ہے! اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی[1]۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ : یزید سے لوگوں نے رجب ۶۰ھ ہجری میں بیعت کی اور ربیع الاول ۶۳ھ ہجری میں وہ مرگیا ، ان کا یہی بیان ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یزید ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ ہجری کو مرا ہے۔ جس دن اسے موت آئی اس دن اس کی عمر اڑتیس سال کی تھی

امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے

ظاہر ہے کہ اگر یزید کا ذکر امام احمد کی "کتاب الزہد" میں ہوتا تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جنہوں نے "کتاب الزہد" کے تمام رجال پر کام کیا ہے یزید کے ترجمے میں اس کا ضرور ذکر کرتے۔ یزید سے روایت

---

[1] اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لیے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ فاسق کی تعظیم اور اس کا احترام ممنوع ہے۔

[2] لسان المیزان ص ۲۹۳، ۲۹۴ ج ۶ - ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی طبع حیدرآباد دکن (انڈیا) ۱۳۳۱ھ ہجری

کے بارے میں تو امام احمد رحمہ اللہ نے جو رائے ظاہر کی وہ آپ کی نظر کے سامنے ہے اب وہ مستحقِ لعنت تھا یا نہیں اس کے بارے میں بھی امام ممدوح کی یہ تصریح پڑھ لیجئے۔ حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

قال صالح بن احمد بن حنبل قلتُ لأبي إنّ قومًا يقولون: إنهم يحبّون يزيد قال: يا بني: وهل يحبّ يزيدَ أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقلت: يا أبت فلماذا لا تلعنه؟ قال يا بني! ومتى رأيت أباك يلعن أحدًا[1]

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ یزید سے محبت رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: بیٹے کوئی شخص بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ میں نے پھر عرض کیا ابا جان! پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے، آپ نے جواب دیا بیٹا! تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے ہوئے کب دیکھا ہے

اس روایت میں امام ممدوح نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے عمل کو بتلا دیا کہ میں کسی پر لعنت نہیں کیا کرتا۔ مگر دوسری روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں نقل فرمایا ہے اس کے مستحقِ لعنت ہونے کی صاف تصریح فرمادی ہے۔ یہ روایت حسب ذیل ہے:

قال ابن الجوزی انه روی القاضی أبو يعلى في كتابه "المعتمد في الاصول" بسنده عن صالح بن احمد بن حنبل انه قال: قلتُ لأبي يا أبت يزعم بعض الناس

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول" میں بسند صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والدِ بزرگوار سے عرض کیا کہ ابا جان! بعض لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت رکھتے ہیں

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۔ ۳۰ ص ۴۱۲

انا نحب يزيد بن معاوية فقال احمد: يا بني هل يسوغ لمن يؤمن بالله أن يحب يزيد و لم لا يلعن رجل لعنه الله في كتابه؟ قلت يا ابت! اين لعن الله يزيد في كتابه؟ قال: حيث قال: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ[1]

آپ نے فرمایا: بیٹا! بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو کیا اس کے لیے یہ روا ہو سکتا ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھے اور ایسے شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت فرمائی ہے۔ فرمایا جہاں یہ ارشاد ہو رہا ہے: "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں، ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے، پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔

واضح رہے کہ علماء حنابلہ میں بہت سے اکابر ائمہ کا عمل بھی اسی قول پر ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (ص ۲۲۳ ج ۸) میں جہاں واقعہ حرہ کے سلسلہ میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ مضمون آتا ہے کہ "ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو اہلِ مدینہ کو ظلماً خوف میں مبتلا کریں۔" وہاں ان کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

وقد استدل بهذا الحديث وامثاله من ذهب إلى الترخيص في لعنة يزيد بن معاوية وهو رواية عن احمد بن حنبل، اختارها

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں

---

[1] تفسیر مظہری ج ۸ - ص ۴۳۴ - طبع دہلی ۱۳۰۹ھ [2] سورہ محمد آیت ۲۲-۲۳

الخلال وابوبكر عبد العزيز والقاضي أبويعلى وابنه القاضي ابوالحسين وانتصر لذلك ابوالفرج ابن الجوزي في مصنف مفرد وجوز لعنته.

یہی وارد ہے اور اسی کو خلال، ابوبکر عبد العزیز، قاضی ابو یعلی، اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوالحسین نے اختیار فرمایا ہے اور حافظ ابو الفرج ابن الجوزی نے ایک مستقل تصنیف اس بارے میں لکھ کر اسی روایت کی تائید کی ہے اور یزید پر لعنت کرنے کو جائز بتایا ہے۔

اب سوچیے امام احمد بن حنبل کی "کتاب الزہد" میں اگر اس خلیفہ فاسق یزید بن معاویہ کا ذکر زہاد و عباد میں ہوتا تو اس سے ائمہ حنابلہ امام خلال، ابوبکر عبد العزیز، قاضی ابو یعلی، ان کے فرزند قاضی ابوالحسین، حافظ ابن الجوزی اور علامہ ابن تیمیہ جیسے اکابر ائمہ حنابلہ واقف ہوتے یا قاضی ابوبکر بن العربی ناصبی؟

قاضی ابوبکر بن العربی کی ہجو

قاضی ابن العربی کی اس حرکت پر ہمیں بے اختیار وہ اشعار یاد آ گئے جو ان کی شان میں خلف بن حرادیب نے کہے ہیں فرماتے ہیں

يا اهل حمص ومن بها اوصيكم
بالبر والتقوى وصية مشفق

اے حمص کے رہنے والو اور جو بھی وہاں ہوں تم کو ایک مشفق کی طرح نیکی اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔

فخذوا عن العربي اسمار الدجى
وخذوا الرواية عن امام متقي

اس ابوبکر ابن العربی سے افسانہائے شب تو سن لو! مگر حدیث کی روایت کسی متقی امام سے ہی کرو۔

ان الفتى حلو الكلام مهذب
ان لم يجد خبرا صحيحا يخلق

یہ نوجوان بڑا شیریں کلام اور مہذب ہے، اسے اگر صحیح حدیث نہ ملے تو اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے۔

خلف کو ان اشعار کے کہنے کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ اشبیلیہ (واقع اندلس) میں فقہاء کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ ابوبکر بن المرجی اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود تھے ابن العربی بھی شریکِ مجلس تھے، مجلس میں علمی مذاکرہ جاری تھا۔ "حدیثِ مغفر" کا ذکر چھڑا تو ابن المرجیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صرف بروایت "مالک عن الزہری" معروف ہے اس پر ہمارے قاضی جی ابن العربی فرمانے لگے

قد رویته من ثلاثة عشر طریقا غیر طریق مالك۔	میں نے امام مالک کے علاوہ تیرہ سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

یہ دعویٰ سُن کر حاضرین دنگ رہ گئے اور انہوں نے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ براہِ کرم ہم کو اس سلسلے میں استفادہ کا موقعہ عنایت فرمایا جائے۔ چنانچہ ابن العربیؒ نے حاضرین سے روایت کو بیان کرنے کا وعدہ تو کرلیا مگر بعد کو کچھ نہ بتا سکے۔ ادیب مذکور نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کی ہجو میں یہ اشعار نظم کردیے۔

حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں اس سارے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

قلت هذه حكاية ساذجة لا تدل على جرح صحيح، ولعل القاضي وهم وسرى فكره الى حديث فظنه هذا والشعراء يخلقون الافك[1]	میں کہتا ہوں یہ ایک سادہ سا واقعہ ہے جو صحیح جرح پر دلالت نہیں کرتا اور شاید قاضی جی کو وہم ہوا اور ان کا خیال کسی اور حدیث کی طرف چلا گیا جس کو وہ یہی حدیث گمان کر بیٹھے اور شعراء تو غلط بیانی کرتے ہی رہتے ہیں

ہمیں بھی حافظ ذہبیؒ سے ان کے بارے میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں جس طرح اس واقعہ میں ان کا خیال اس حدیث میں دوسری حدیث کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ اسی حدیث کو تیرہ سندوں سے روایت کرنے کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے ہی ناصبیت کی نحوست نے حضرت یزید بن معاویہ نخعی کوفیؒ کے نام کو دیکھ کر ان کے دماغ کو اپنے ممدوح یزید کی طرف جو ایک سفاک و ظالم بادشاہ تھا پھیر دیا اور یہ لے اپنے خیال میں عابد و زاہد سمجھ بیٹھے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۸۹

چھٹا شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں "یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضامند تھا اور یزید کو "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یزید پر صرف قتلِ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ وہ مے نوش بھی تھا اور تارکِ صلوٰۃ بھی۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ مدینہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کا قتلِ عام کرایا، حرم نبوی کی بے حرمتی کی، بیت اللہ کی حرمت کو پامال کیا۔ منجنیق سے عین حرم کعبہ میں گولہ باری کی جس سے کعبہ شریف کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

امام غزالی کے فتوٰی کی تنقیح امام غزالی نے اپنے فتوٰی میں ان جرائم کے ارتکاب سے یزید کی برأت نہیں کی ہے، نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے۔ بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم نہیں دیا نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمّالِ بد اعمال کے ہاتھوں یقیناً عمل میں آئی ہے۔ پھر جب اس نے نہ ان کے قتل کا حکم دیا تھا نہ وہ اس پر راضی تھا تو آخر اپنے عمّال سے اس سلسلہ میں اس نے کیا باز پرس کی؟ اس کے بارے میں بھی امام غزالیؒ خاموش ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ امر غور طلب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اٹھا کر ان کے اس فتوٰی کو اول سے آخر تک پڑھ لیجئے اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا۔ اس فتوٰی میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں کیونکہ امام غزالیؒ کسی شخص معین پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے

کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق۔ کچھ یزید ہی کی اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتلِ حسینؓ سے راضی تھا، سخت دشوار ہے۔ امام غزالیؒ کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی نے "الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم" میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے فرماتے ہیں:

ولما حكى ابن خلكان كلام الحافظ عماد الدين هذا أورد بعده كلامًا رواه عن الغزالي وكلامه ذلك شاهد برأة الغزالي من القول بتصويب يزيد في قتل الحسين وانما تكلم في مسئلتين غير ذلك احدهما تحريم اللعن ولم يخص يزيد فهو مذهبه في كل فاسق وكافر كما رواه عنه النووي في الأذكار، وقد ذكر النووي أن ظاهر الأخبار خلاف ذلك وقد أفردت الكلام على ذلك في كتابي، وثانيهما القول بأن العلم برضا يزيد بقتل الحسين متعذر وليس في هذا نزاع ولو أقر يزيد بلفظ صريح وسمعنا ذلك منه لم يعلم أن باطنه كما أظهر وقد جهل

اور جب ابن خلکان نے حافظ عماد الدین کیا ہراسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا (کہ جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد غزالی کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ غزالی قتلِ حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید کی حمایت سے بری ہیں۔ انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے۔ جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ایک یہ کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ امام النوویؒ نے بھی اپنی کتاب "الاذکار" میں ان کا یہی مذہب نقل کیا ہے اور امام نووی کا بیان ہے کہ ظاہر احادیث اس مذہب کے خلاف ہیں اور میں نے ایک مستقل جزء اس مسئلہ پر تحریر کیا ہے۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا یقینی علم کہ واقعی یزید قتلِ حسینؓ سے راضی تھا، محال ہے اور ہمیں بھی اس میں نزاع نہیں۔ بالفرض اگر یزید صاف اور صریح الفاظ میں بھی قتلِ حسینؓ کا مقر ہوتا اور خود بھی اس کی زبانی اس کے اس اقرار کو ہم سن لیتے تب بھی اس کا یقین نہیں ہو سکتا تھا

رسول الله صلى الله عليه وسلم بواطن المنافقين ووكل علم ذلك إلى الله تعالى ولكن الحكم للظاهر وقد روى البخاري في صحيحه عن عمر بن الخطابؓ أنه قال إن أناسا كانوا يؤخذون بالوحي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الوحي قد انقطع فمن أظهر لنا خيرا أمناه وقربناه وليس لنا من سريرته شئ ومن أظهر لنا سوءً لم نأمنه ولم نصدقه وان قال ان سريرته حسنة۔[1]

کہ اس کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ (کیونکہ اس امر کا امکان بہرحال تھا کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے باطنی حالات سے بےخبر تھے اور آپ نے حقیقتِ حال کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا لیکن شرع کا حکم یہ ہے کہ فیصلہ ظاہر حالات پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا، عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کی بنا پر لوگوں کی گرفت ہو جاتی تھی اور اب وحی ختم ہو گئی لہٰذا جو شخص بھی ہمارے سامنے خیر کا اظہار کریگا ہم اسے امین سمجھیں گے اور اپنے پاس رکھیں گے اور اس کے باطن سے ہم کچھ ذمہ دار نہیں اور جو ہمارے سامنے بدی کا اظہار کریگا اس کو نہ ہم امین سمجھیں گے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے جائے کہ میرا باطن بالکل ٹھیک ہے۔

امام غزالیؒ بزرگ آدمی ہیں وہ تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو نہیں کہتے۔ اور نہ کسی کافرِ معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ پھر یزید پر لعنت کرنے کو کیوں کہنے لگے؟ ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یزید پر لعنت کرنا کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی اس کا نام لے کر اپنی زبان کو گندہ کرے ظاہر ہے کہ اس پر لعنت کی بجائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو تو اس میں بالاتفاق ثواب زیادہ ہوگا۔ مگر یزید پر لعنت نہ کرنے سے اس کا متقی ہونا اور صالح ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا۔؟

---

[1] الروض الباسم ج ۲ ص ۴۲ - طبع مصر

میدانِ کربلا میں حضرت حسین کا آخری خطبہ

خود امام غزالیؒ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری خطبہ جو میدانِ کربلا میں آپ نے دیا تھا نقل کیا ہے۔ اس سے صورتِ واقعہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

لما نزل القوم بالحسين رضي الله تعالى عنه وأيقن أنهم قاتلوه قام في أصحابه خطيباً فحمد الله وأثنى عليه ثم قال نزل من الامر ما ترون وان الدنيا قد تغيرت وتنكرت وأدبر معروفها وانشمرت حتى لم يبق منها الا كصبابة الاناء الاخسيس[1] من عيش كالمرعى الوبيل ألا ترون أن الحق لا يعمل به والباطل لا يتناهى عنه ليرغب المؤمن في لقاء الله تعالى واني لا أرى الموت الا سعادة والحياة مع الظالمين الا جرما[2]

جب یزیدی فوج حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آکر اُتری اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کو ضرور قتل کر کے رہے گی تو آپ نے اپنے اصحاب کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا: جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا بدل گئی اور اجنبی بن گئی، اس کی خوبی نے پیٹھ پھیر لی اور جلدی سے کھسک گئی۔ اب تو اس میں سے بس صرف اتنا سا باقی رہا ہے جتنا کہ برتن میں سے پی لینے کے بعد اس میں کچھ لگا رہ جاتا ہے اور بس اتنی سی نکمی زندگی جو اس چراگاہ کی طرح ہے کہ جس میں چرنے سے بدہضمی ہو جاتی ہے دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اب مومن کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی رغبت کرے اور میں تو مرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم۔

---

[1] "حسی" احیاء العلوم میں غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے مجمع الزوائد سے اس کی تصحیح کی ہے

[2] احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۹۸۔ طبع مصر

یہ ہے یزید کے دورِ حکومت کا نقشہ جس کی تصویر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ محققین غزالیؒ یا ان کے پرستار خود حل کریں کہ جس قوم نے حضرت حسینؓ کا محاصرہ کیا تھا وہ یزیدی فوج نہیں بلکہ جنات و شیاطین تھے۔ اور ابن خلقانؒ قاف سے نہیں بلکہ کاف سے " ابن خلکان " ہے

امام کیاہراسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے

اسی تاریخ ابن خلکان میں امام غزالیؒ کے فتوے کے ساتھ ان کے استاد بھائی شمس الاسلام امام ابوالحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکیاہراسی (جن کے بارے میں خود مورخ ابن خلکان نے حافظ عبدالغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ وکان ثانی الغزالی (یہ غزالی ثانی تھے) کا یہ فتویٰ بھی نقل ہے کہ :

وسئل الکیا ایضاً عن یزید	الکیا سے بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ[2]
بن معاویة فقال انه	پوچھا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ یزید صحابی نہیں
لم یکن من الصحابة لأنه	تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایام خلافت
ولد فی أیام عمر بن الخطاب	میں پیدا ہوا تھا۔ رہا سلف کا قول اس پر لعنت
رضی اللہ عنه وأما قول السلف	کے بارے میں تو امام احمدؒ کے اس بارے میں دو
فی لعنته ففیه لاحمد	قول ہیں۔ ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف
قولان تلویح و تصریح و	اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے اور
لمالك قولان تلویح وتصریح	امام مالکؒ کے بھی دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا
ولأبی حنیفة قولان	اشارہ دوسرے میں تصریح ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے

---

[1] ہمارے پاس جو نسخہ آیا اس میں قاف سے ہی مرقوم ہے۔

[2] "تاریخ ابن خلکان" اب تک چار بار طبع ہو چکی ہے ایک دفعہ ایران میں اور تین دفعہ مصر میں، اس کے تمام مطبوعہ نسخوں میں "عمر بن الخطاب" ہی مذکور ہے۔ لیکن علامہ کمال الدین دمیری نے "حیوۃ الحیوان" میں زیر عنوان "فہد" اور مؤرخ ابوالعباس کرمانی نے "اخبار الدول" (ص ۱۲۰) میں اس فتویٰ کے جو الفاظ ذکر کیے ہیں ان میں "عمر بن الخطاب" کی بجائے "عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ" مذکور ہے اور یہی صحیح ہے

تلويح وتصريح و لنا قول ولحد التصريح دون التلويح وكيف لايكون كذلك وهو اللاعب بالنرد والمتصيد بالفهود ومدمن الخمر وشعره في الخمر معلوم، ومنه قوله :

بھی اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ ہے، دوسرے میں اس کی تصریح ہے. اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس پر لعنت کی تصریح ہے، اشارہ کنایہ کی بات نہیں اور وہ کیوں ملعون نہ ہوگا حالانکہ وہ نرد کھیلتا تھا، چیتوں سے شکار کرتا تھا. شراب کا رسیا تھا، شراب کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں۔ منجملہ ان کے یہ اشعار بھی ہیں :

أقول لصحب ضمت الكاس شملهم   وداعي صبابات الهوى يترنم
میں اپنے ان ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ جن کو جامِ شراب نے یکجا کر دیا ہے اور شوقِ محبت کا داعی ترنم ریز ہے
خذوا بنصيب من نعيم ولذّة   فكل وان طال المدى يتصرم[1]
نعمت ولذت میں سے اپنا حصہ لے لو کیونکہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں ہو آخر ختم ہوتا ہے
ولا تتركوا يوم السرور الى غدٍ   فرب غد يأتي بما ليس يعلم
اور آج کے یومِ مسرت کو کل پر نہ ٹالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آجاتے ہیں جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

وكتب فصلاً طويلاً ثم قلب الورقة وكتب لو مُددتُ ببياض لمددت العنان في مخازي هذا الرجل[2]

اس کے بعد الکیاؔ نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر لکھ ڈالی۔ اور پھر ورق الٹ کر اس پر یہ لکھ دیا کہ اگر مزید اوراق مجھے دیئے جاتے تو میں اس شخص کی رسوائیوں کے بیان میں عنانِ قلم کو مزید تیز کر دیتا۔

غزالی اور کیا ہراسی دونوں شافعی مذہب کے فقیہ ہیں، ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں. غزالی مورخ ومحدث نہیں، کیاؔ ہراسی محدث بھی ہیں اور تاریخ سے واقف بھی، پھر ان کا فتویٰ کیوں قابلِ قبول نہیں ؟

---

[1] وہی بات ہوئی ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

[2] تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲۷ طبع بولاق مصر

حافظ ابن الوزیر یمانی نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے

حافظ محمد بن ابراھیم ابن الوزیر یمانی نے جن کو قاضی شوکانی "البدر الطالع" میں حافظ ابن تیمیہ کا ہمسر و ہم پلہ بتاتے ہیں اپنی مشہور و معروف تصنیف "العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم" میں جو "شیعہ زیدیہ" کے رد میں ان کی بے نظیر کتاب ہے امام غزالیؒ کے اس فتویٰ کی خوب پوست کندہ تردید کی ہے اور ان کے استدلال کے ایک ایک جزء کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شیخ عبدالحق کی رائے

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں:

"ودر اصل عادت وشیمۂ اہل سنت ترک سب ولعن است کہ "المؤمن لیس بلعان" لعنت بر خصوص شخصے اگرچہ کافر بود، جائز ندارند چہ دانی کہ عاقبت کار او بایمان وسعادت بود مگر آنکہ بیقین معلوم شد کہ موتِ وے بر کفر وشقاوت است، تا آنکہ بعض در یزید شقی نیز توقف کنند وبعض براہ غلو وافراط در شانِ وے وموالاتِ وے روند وگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاقِ مسلمانان امیر شد اطاعت وے بر امام حسینؓ واجب شد نعوذ باللہ من ہذا القول ومن ہذا الاعتقاد کہ وے باوجود امام حسین امام کے شود واتفاقِ مسلمانان بر وے کے

در اصل اہل سنت کا وطیرہ اور عادت یہ ہے کہ وہ لعنت اور سب وشتم سے بچتے ہیں کیونکہ مومن کا کام لعنت کرنا نہیں، وہ کسی بھی مخصوص شخص پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کو روا نہیں رکھتے۔ کیا پتہ کہ اس کا انجام ایمان وسعادت پر ہوا الا یہ کہ یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس کی موت کفر وشقاوت ہی پر ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض حضرات یزید شقی کے بارے میں بھی توقف کرتے ہیں اور بعض اس کی شان میں غلو اور افراط کرتے ہیں اور اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ عنہ پر واجب تھی۔ ہم ایسی بات اور ایسے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسینؓ

شد جمعے از صحابہ کہ در زمانِ او بودند و اولادِ اصحاب ہم منکر و خارج از اطاعتِ او بودند۔ نعم جماعۃ از مدینہ مطہرہ بشام نزدِ وے کرہاً وجبراً رفتند و او جائزہ ہائے سنی و مائدہ ہائے ہنی نزد ایشان نہادہ، بعد از ان کہ حالِ قباحت مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و خلعِ بیعتِ او کردند و گفتند کہ وے عدو اللہ و شاربِ خمر و تارکِ صلوٰۃ و زانی و فاسق و مستحلِ محارم است۔ و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتلِ آنحضرت نکردہ و بدان راضی نہ بود و بعد از قتلِ وے و اہلبیت وے مسرور و مستبشر نشدہ و این سخن نیز مردود و باطل است چہ عداوتِ آن بے سعادت با اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشارِ وے بقتلِ ایشان و اذلال و اہانتِ او مر ایشان را بحدِ تواترِ معنوی رسیدہ است و انکارِ آن تکلف و مکابرہ است و بعضے دیگر گویند کہ قتلِ امام حسین رضی کبیرہ است چہ قتلِ نفسِ مومن بناحق کبیرہ است

کے ہوتے ہوئے وہ امام اور امیر ہو اس کے امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کی ایک جماعت جو اس کے زمانہ میں تھی اور صحابہ زادے بھی اس کی اطاعت سے خارج اور اس کی خلافت سے منکر تھے۔ ہاں مدینہ مطہرہ کی ایک جماعت جبراً و کرہاً اس کے پاس شام گئی تھی اور یزید نے ان کو بڑے بڑے انعام اور لذیذ دعوتوں سے نوازا بھی، لیکن یہ حضرات جب اس کا حال قباحت مآل دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف بتادیا کہ وہ دشمنِ خدا، مے نوش، تارکِ صلوٰۃ، زانی، فاسق اور محرماتِ الٰہی کا حلال کرنے والا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے آنحضرت کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ وہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور نہ آپ کی اور اہل بیت کی شہادت پر خوش ہوا اور نہ اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار کیا اور یہ بات بھی مردود و باطل ہے کیونکہ اہل بیتِ نبوی سے اس بدبخت کی عداوت اور ان حضرات کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا تواترِ معنوی کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور ان امور کا انکار محض بناوٹ اور زبردستی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کا قتل گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہی ہے

وکفر و لعنت مخصوص بکافران است ولیت شعری کہ ارباب این اقاویل باحادیث نبوی کہ ناطق اند بآنکہ بغض و عداوت و ایذا و اہانت فاطمہ و اولاد او موجب بغض و ایذا و اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است چہ می گویند و آن سبب کفر و موجب لعن و خلود نار جہنم است بلاشک بموجب آیت إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا [1]

و بعض دیگر گویند کہ خاتمہ وے معلوم نیست شاید کہ او بعد از ارتکاب آن کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و در نفس اخیر بر توبہ رفتہ باشد و میلِ امام محمد غزالی در "احیاء العلوم" بدین حکایت است و بعض از علماء سلف و اعلامِ امت مثل امام احمد بن حنبل و امثالِ او بر وے لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ بکمال شدت و عصبیت در حفظِ سنت و شریعت دارد

اور کفر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کاش مجھے پتہ چلتا کہ یہ سب باتیں بتانے والے ان احادیثِ نبوی کے بارے میں کہ جو اس امر پر ناطق ہیں کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کی ایذا و اہانت اور ان سے بغض و عداوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا و اہانت اور آپ سے بغض کا موجب ہے، کیا کہتے ہیں؟ حالانکہ ایسا کرنا تو بموجب آیت إِنَّ الَّذِينَ الخ (بے شک جو لوگ ستاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکار اللہ نے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے) بلاشک سبب کفر ہے جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا پتہ نہیں شاید اس نے کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو، اور آخری سانس میں توبہ ہی کی حالت میں گیا ہو "احیاء العلوم" میں امام غزالی کا میلان بھی اسی حکایت کی طرف ہے اور بعض علمائے سلف و اعلامِ امت نے جن میں امام احمد بن حنبل اور ان جیسے حضرات شامل ہیں یزید پر لعنت کی ہے۔ اور محدث ابن جوزی کہ جو سنت و شریعت کی پاسداری میں پوری شدت و سرگرمی دکھاتے ہیں

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۵۷/۳۳

در کتاب خود لعنت وے را از سلف نقل کردہ است۔ و بعضے منع کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ اند[1]

اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنے کو سلف سے نقل کرتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں اور بعض اس سلسلہ میں توقف سے کام لیتے ہیں۔

لعن یزید میں اختلافِ علماء کی بابت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے میں علماء میں جو اختلاف ہے اس کی وجہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرمائی ہے

و در لعن یزید توقف ازاں جہت است کہ روایاتِ متعارضہ و متخالفہ ازاں پلید در مقدمۂ شہادتِ امام حسینؓ وارد شدہ۔ از بعض روایات رضا و استبشار و اہانت اہل بیت و خاندانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفہوم میگردد و کسانیکہ ایں روایات در نظر آنہا مرجح واقع شدہ حکم بہ لعنِ او نمودند چنانچہ احمد بن حنبل و کیا ہراسی از فقہائے شافعیہ و دیگر علمائے کثیر۔ و از بعضے روایات کراہتِ ایں امر و عتاب بر ابن زیاد و اعوانِ او و ندامت بریں کار کہ از دست نواب او بوقوع آمدہ معلوم می شود کسانیکہ ایں روایات نزد ایشاں مرجح شد از لعنِ او

یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ یہ ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بارے میں اس پلید کے متعلق متضاد و مخالف روایتیں آئی ہیں بعض روایات سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یزید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور آپ کے اہل بیت کی اہانت پر شاداں و فرحاں تھا جن حضرات کی نظر میں یہ روایات راجح قرار پائیں انہوں نے اس پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ امام احمد بن حنبل اور فقہائے شافعیہ میں سے کیا ہراسی اور دوسرے بہت سے علماء کی یہی رائے ہے اور بعض روایات سے اس امر کی کراہت اور ابن زیاد اور اس کے اعوان و انصار پر عتاب اور اس کام پر ندامت کہ جو اس کے نائبوں کے ہاتھوں وقوع میں آیا معلوم ہوتا ہے۔ سو جن لوگوں کے نزدیک یہ روایتیں قابلِ ترجیح ہوئیں انہوں نے اس پر لعنت کرنے سے منع کیا۔

---

[1] تکمیل الایمان ص ۱۰۰ - ۱۰۱ طبع مجتبائی دہلی

منع نمودند چنانچہ امام حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر علمائے شافعیہ واکثر علمائے حنفیہ، وجماعتے از علماء کہ نزد آنہا ہر دو روایت متعارض شدند وترجیح یک طرف بر دیگر حاصل نشد بنا بر احتیاط توقف نمودند ہمین است واجب بر علماء عند التعارض وھو قول ابی حنیفۃ آرے در لعن شمر وابن زیاد کہ رضا واستبشار آنہا باین فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را دران توقف نیست[2]

چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے علماء شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ ہیں (کہ ان کی رائے یہی ہے) اور علماء کی ایک جماعت کہ جن کے نزدیک دونوں روایتوں میں تعارض تھا اور ایک طرف کی روایت کو دوسری پر ترجیح حاصل نہ تھی انہوں نے احتیاط کی بنا پر توقف کیا اور تعارض کے وقت علماء پر یہی واجب بھی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے[1]۔ ہاں شمر اور ابن زیاد پر لعنت کرتے ہیں کہ ان کا اس فعل شنیع کے ارتکاب پر راضی اور خوش ہونا روایات میں کسی قسم کے تعارض کے بغیر قطعی طور پر معلوم ہے، کسی شخص کو توقف نہیں ہے۔

یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو قتلِ حسین پر اظہارِ ندامت کیا ۔

اگر چہ ہمارے نزدیک یزید کے بارے میں ان روایات میں جو کتبِ تاریخ میں مذکور ہیں سرے سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں ۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے یزید قتلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت خوش تھا۔ بعد کو جب مسلمانوں نے ہر طرف سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہل اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا تو پھر اس نے اظہارِ ندامت شروع کر دیا چنانچہ حافظ سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں :

ولما قتل الحسين وبنو أبيه بعث ابن زياد برؤسهم

جب حضرت حسین اور ان کے بھائی شہید کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے

---

[1] غلط فہمی نہ ہو امام ابو حنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارضِ روایات کے وقت توقف کا قول ہے۔ یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے آرہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے ۔

[2] ج ۱ ص ۱۰۰ طبع مجتبائی دھلی

إلى يزيد فسر بقتلهم أولاً ثم ندم لما مقته المسلمون على ذلك وأبغضه الناس وحق لهم أن يبغضوه[1]

سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر بہت ہی خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس جیسے ایسی پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہارِ ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت کرنا ہی چاہیئے تھی۔

خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بھی یزید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے۔ چنانچہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں :

و بعضے قتلِ انبیاء و پیغمبرزادہ ہا مینمایند مثلِ یزید و اخوانِ او[2]

اور بعض انبیاء اور پیغمبرزادوں تک کو قتل کردیتے ہیں جیسے کہ یزید اور اس کے معنوی بھائی ہوئے ہیں۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا فیصلہ

اور یزید پر لعنت کے بارے میں بھی خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کی جو رائے ہے وہ ان کے مشہور شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی نے "تحریر الشہادتین" میں نقل کردی ہے فرماتے ہیں :

دریں شکے نیست کہ یزید پلید آمر و راضی و مستبشر از قتلِ حسینؓ بود و ہمیں است مذہبِ مختار جمہور اہلِ سنت و جماعت۔ چنانچہ در کتبِ معتمدہ مثلِ "مفتاح النجا" مرزا محمد بدخشی و "مناقب السادات" ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی و "شرح عقائد نسفی"

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہلِ سنت و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد بدخشی کی "مفتاح النجا" اور ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی "مناقب السادات" اور ملا سعد الدین تفتازانی کی "شرح عقائد نسفیہ" اور شیخ عبد الحق محدث

---

[1] تاریخ الخلفاء صـ۸۱ [2] ص ۳۰۔ طبع لکھنؤ ۱۳۲۶ھ

ملا سعد الدین تفتازانی و "تکمیل الایمان" شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیر آن از اسفارِ معتبرہ با شواہد و دلائل مذکور و مسطور است ولہٰذا لعنِ آن ملعون بہ حجج قاطعہ و براہینِ ساطعہ ثابت کردہ اند۔ و مختارِ راقم الحروف و اساتذۂ صوری و معنوی ما ہمین است کہ یزید آمر و راضی و مستبشر بقتلِ حسینؓ بودہ و مستحقِ لعنت ابدی و وبال و نکال سرمدی است واگر تامل بکار رود تصریح مجرد لعنت درحقِ آن ملعون قصوریست کہ مقصور بر آن نباید بود چنانچہ استاذ البریہ صاحب "تحفۂ اثنا عشریہ" علیہ الرحمۃ در رسالہ "حسن العقیدہ" در حاشیہ کہ بر کلمہ "علیہ ما یستحقہ" تعلیق فرمودہ اند افادہ مینمایند کہ "علیہ ما یستحقہ" کنایہ است از لعنت۔ "والکنایۃ ابلغ من التصریح" از قواعد مشہورہ عربیت است مع ہٰذا در ابہام ما یستحقہ تفخیمے و تشنیعے است کہ در تصریح بلفظ لعنت فوت میگردد، چنانچہ در تفسیر فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ مذکور می شود

دہلوی کی "تکمیل الایمان" اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل و شواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لیے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور راقم الحروف اور ہمارے اساتذہ صوری و معنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتلِ حسینؓ کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا۔ اور وہ لعنت ابدی اور وبال و نکالِ سرمدی کا مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا بھی ایسی کوتاہی ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ استاذ البریہ صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" (شاہ عبد العزیز صاحب) علیہ الرحمۃ نے رسالہ "حسن العقیدہ" کے حاشیہ میں جملہ "علیہ ما یستحقہ" پر جو تعلیق (نوٹ) سپردِ قلم فرمایا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ "علیہ ما یستحقہ" لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اسی کے ساتھ ما یستحقہ یعنی (جس کا وہ مستحق ہے) کے ابہام میں اس پر تشنیع اور اس کی حد درجہ خرابی جو پنہاں ہے وہ صراحتاً لعنت کے

در حق اینست کہ اکتفا بر محض لعنت در حق یزید قصور است زیراکہ این قدر را جزاء مطلق قتلِ مومن مقرر کردہ اند قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا[1] ویزید را درین عمل زیادتیست کہ غیر او را دست نداده و آن زیادت را جز بر استحقاق او حوالہ نتوان کرد کہ علم بشر از معرفت خصوصیت آن عاجز است ۔ واللہ اعلم وعلمہٗ احکم

انتہی کلامہ الشریف[2]

لفظ کے استعمال سے فوت ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ آیۃ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ کی تفسیر میں اس کا بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق میں محض لعنت پر اکتفا کرنا کوتاہی ہے اس لیے کہ اس قدر تو مطلق مومن کے قتل کی سزا مقرر کر چکے ہیں ، ارشادِ الٰہی ہے : " اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اس میں ، اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی ، اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب " اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے کہ جو دوسرے کو میسر ہی نہ ہو سکی ، اس لیے اس زیادتی کو بجز اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہٗ احکم ۔

(یہاں حضرت شاہ صاحب کا ارشاد ختم ہوا)

معلوم ہوا کہ کربلا میں جو مظالم کیے گئے ان کی بنا پر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک " یزید " حق تعالیٰ کے اس قدر قہر و غضب کا سزاوار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے " علیہ ما یستحقہ " کیونکہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اس کے کس قدر غضب کا مستحق ہے ۔

بعض لعنت کرنے سے اس لیے رُکتے ہیں کہ کہیں اس کے گناہ کم نہ ہوں ۔

اور بعض حضرات یزید پر اس لیے لعنت کرنا مناسب خیال نہیں کرتے کہ اس طرح اس کے گناہ اور کم ہوں گے ۔ چنانچہ مولانا غلام ربانی ازالۃ الخطاء

---

[1] سورۃ النساء آیت ۹۳ / ۴

[2] تحریر الشہادتین ص ۹۶ - ۹۷ مطبوعہ [illegible] لکھنؤ [illegible]

فی رد کشف الغطاء" میں لکھتے ہیں:

وظاہر است کہ گفتنِ لعن وطعن موجب سقوطِ وزر از مطعون میگردد لہٰذا زبانِ بہ لعنِ او آلودہ نمی کنند ورُوحِ یزید پلید را تخفیفِ وزر شادمان نمی سازند بلکہ می خواہند ہمچنان حامل وزر گراں بود مغضوب الممتن باشد[1]

اور ظاہر ہے کہ لعن طعن کرنے سے اس کے وبال میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ لہٰذا زبان کو لعنت سے آلودہ نہیں کرتے اور تخفیفِ عذاب کے سبب یزید پلید کی روح کو شاد نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح گناہ کا بھاری بوجھ لادے ہی کمر شکستہ رہے

بعض کے پیشِ نظر یہ مصلحت ہے کہ کہیں سلسلہ آگے تک نہ بڑھ جائے

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے "شرح مقاصد" میں تصریح کی ہے کہ جو حضرات یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے پیشِ نظر یہ مصلحت بھی ہے کہ کہیں عوام یزید پر لعنت کرتے کرتے بزرگوں تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ رافضیوں کا شعار ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

فان قیل فمن علماء المذہب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید، قلنا تحامیاً عن ان یرتقی الی الاعلیٰ فالاعلیٰ کما ھو شعار الروافض[2]

پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء۔ مذہب شافعی میں ایسے بھی ہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ وہ لعنت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ سلسلہ ترقی کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے۔

---

[1] ص ۴۵ - ۴۶ طبع مطبع محب کشور ہند میرٹھ ۱۳۸۱ھ

[2] ص ۳۰۷ ج ۲ طبع قسطنطنیہ

مگر جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے یزید کی فردِ جرم میں صرف قتلِ حسین ہی کا اندراج نہیں بلکہ اس کے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے آخر اس کے کس کس جرم کا انکار کیا جائے گا۔ پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ایک بار پھر پڑھ لیجیے، معلوم ہو جائے گا کہ اس امت کے بلاکوؤں میں اس کا نام سرِ فہرست ہے۔

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

یہ تو بات ہوئی اس کے جرائم اور قبائح کی، رہا اس پر لعن کا مسئلہ تو اس تفصیلی بحث سے آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ جن علماء نے بھی یزید پر لعن سے روکا ہے وہ اس لیے نہیں کہ یزید کوئی بھلا آدمی تھا بلکہ دوسرے مصالح کے پیشِ نظر اس کو مناسب نہیں سمجھا۔

یزید پر لعن کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح

ائمۂ اہلِ سنت میں امام احمد بن حنبلؒ کا جو مقام ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسلامی دنیا میں جن چار اماموں کی فقہ کو قبولیتِ عام اور شہرتِ دوام نصیب ہوئی اور جن کے مذہب پر آج تک عملدرآمد چلا آتا ہے، ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کی تصریحات آپ پانچویں شبہ کے جواب میں پڑھ چکے ہیں۔

(۱) لاینبغی أن یروی عنه	اس سے کوئی روایت نہیں کرنا چاہیے۔
(۲) وهل یحب یزید احد یؤمن بالله والیوم الآخر	کوئی بھی شخص جس کا ایمان اللہ اور روزِ آخرت پر ہے بھلا وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟
(۳) لم لایلعن رجل لعنه الله فی کتابه	آخر اس شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے کہ جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے؟

پھر یزید کے ملعون ہونے کی دو وجہیں بیان کیں (۱) ایک فساد فی الارض۔ (۲) دوسرے قطع رحمی، پھر فساد فی الارض کی تفصیل میں فرمایا:

اولیس ھو الذی فعل باھل المدینة ما فعل۔	کیا یہ وہی نابکار نہیں جس نے اہلِ مدینہ پر وہ ظلم توڑا جو بیان سے باہر ہے۔

اور قطع رحمی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ میدانِ کربلا میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیا بیتی ذرا بھی قرابت کا پاس و لحاظ نہیں کیا گیا۔

یزید پر لعن کے بارے میں امام اعظمؒ اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات یزید پر لعن کے سلسلے میں امام احمدؒ کی جو رائے ہے وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مطالب المؤمنینؒ میں منقول ہے[1]۔ اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ نے "احکام القرآن" میں یزید کو لعین ہی لکھا ہے چنانچہ اُن کی تصریح پہلے شبہ کے جواب میں گزر چکی ہے۔

امام جصاص امام جصاص کا شمار مجتہدین فقہاء حنفیہ میں ہے۔ صاحبِ ہدایہ ان کی تخریجات کو اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں اور صاحبِ "الاختیار لتعلیل المختار" نے "کتاب الشہادات" میں امام ممدوح کے متعلق لکھا ہے:

ولقد تصفحت کثیرا من کتب	میں نے ابو بکر رازی کی کتابوں کو بہت کھنگالا ہے
ابی بکر الرازی فما رأیتہ رجح علی	مگر سوائے اس ایک مسئلہ کے میں نے کہیں
قول ابی حنیفۃ قول غیرہ إلّا	نہیں دیکھا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر
فی ھذہ المسئلۃ[2]	دوسرے کے قول کو ترجیح دی ہو[3]

ائمہ بخارا کا فتوی بعد کے اکابر علماء حنفیہ میں امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری المتوفی ۵۴۲ھ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں رقمطراز ہیں:

اللعن علی یزید بن معاویۃ لا	یزید بن معاویہ اور اسی طرح حجاج پر لعن نہ کرنا چاہئے،
ینبغی ان یفعل وکذا علی	(مصنف کتاب) امام طاہر بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ
الحجاج قال رحمہ اللہ سمعت	فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین

---

[1] ملاحظہ ہو زجر الشبان والشیبۃ عن ارتکاب الغیبۃ، مولانا عبدالحی فرنگی محلی ص ۲۰ طبع ۱۳۹۶ھ شائع کردہ مکتبہ عارفین کراچی۔

[2] الاختیار ج ۲ ص ۱۴۲

[3] یعنی یہاں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ شہود کا تزکیہ تمام حقوق میں ہونا چاہئے حالانکہ امام صاحبؒ کے مذہب میں صرف حدود و قصاص میں تزکیہ ضروری ہے۔

عن الشیخ الامام الزاھد قوام الدین الصفاری انہ کان یحکی عن أبیہ أنہ یجوز ذلک و یقول ... لابأس باللعن علی یزید[1]

صفاری سے منقول ہے وہ اپنے والدِ بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ فرماتے تھے: یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

امام قوام الدین صفاری کا تعارف علامہ کفوی نے ان لفظوں میں کیا ہے:
"شیخ الاسلام و امام الائمۃ أوحد عصرہ فی العلوم الدینیۃ أصولاً وفروعاً مجتھد زمانہ" شیخ الاسلام، امام الائمہ اپنے زمانہ میں علوم دینیہ میں خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے یکتا اور مجتہدِ عصر تھے[2] اور ان کے والد ماجد رکن الاسلام ابراہیم بن اسماعیل زاہد صفار امام غزالی کے معاصر ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ سمعانی نے "کتاب الانساب[3]" میں لکھا ہے کہ "کان اماماً ورعاً زاھداً" (یہ امام تھے اور زہد و ورع سے موصوف) فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ بڑے پایہ کے محدّث بھی تھے۔ قاضی خان کے استاذ ہیں۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم انہی سے حاصل کی، ان کی وفات ۵۳۴ھ میں ہوئی۔ نسلاً انصاری وائلی ہیں۔ ان کا پورا خاندان اہلِ علم و فضل کا خاندان ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے "الجواہر المضیئۃ" میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے: أھل بیت علماء و فضلاء

چونکہ صاحبِ خلاصہ نے ان کے فتویٰ کو آخر میں نقل کیا ہے اور اس سے اپنے اختلاف کا اظہار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں ائمہ بخارا (۱) امام طاہر افتخار الدین بخاری مصنف خلاصہ المتوفی ۵۴۲ھ (۲) امام قوام الدین حماد بن ابراہیم صفار بخاری المتوفی ۵۷۶ھ (۳) امام رکن الدین ابراہیم صفار بخاری المتوفی ۵۳۴ھ

---

[1] ج ۳ ص ۳۹۰ طبع نول کشور۔
[2] ملاحظہ ہو "الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ" از مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی
[3] کتاب الانساب، نسبت صفار

کے نزدیک یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بالکل جائز ہے لیکن چاہیے نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرض واجب یا مستحب نہیں محض مباح ہے۔

امام کردری کا فتویٰ اور امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز کردری حنفی المتوفی ۸۲۷ھ فتاویٰ بزازیہ میں رقمطراز ہیں:

اللعن علی یزید یجوز ولکن ینبغی ان لا یفعل وکذا علی الحجاج ویحکی عن الامام قوام الدین الصفاری انہ قال لا بأس باللعن علی یزید . . . والحق آن یلعن یزید بناءً علی اشتہار کفرہ وتواتر فظاعۃ شرہ علی ما عرف تفاصیلہ[1]

یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے مگر کرنا نہ چاہیے، اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں . . . کردری کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں، لعنت ہی کی جائے گی۔

خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ کا شمار فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں ہے

یاد رہے کہ "فتاویٰ بزازیہ" کا بھی "خلاصۃ الفتاویٰ" کی طرح فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں شمار ہے۔ صاحب "کشف الظنون" نے لکھا ہے کہ علامہ ابو السعود مفتی روم سے جب یہ فرمائش کی گئی کہ مبہم مسائل کے بارے میں آپ کوئی کتاب کیوں تالیف نہیں فرماتے؟ تو جواب دیا کہ

أنا أستحیی من صاحب البزازیۃ مع وجود کتابہ لانہ مجموعۃ شریفۃ جامعۃ للمہمات کما ینبغی.

مجھے "فتاویٰ بزازیہ" کے مصنف سے شرم آتی ہے کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے یہ جرأت کروں، کیونکہ یہ فتاویٰ کا بڑا قابلِ قدر مجموعہ ہے جس میں مہمات مسائل کو جیسا کہ چاہیے تھا جمع کر دیا ہے۔

---

[1] ج ۶ ص ۳۴۳ طبع میریۃ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ

لعن کے باب میں کتاب العالم والمتعلم کی عبارت

متاخرین علمائے حنفیہ میں سے جن حضرات نے بھی لعن یزید سے روکا ہے وہ امام غزالی کی رائے سے متاثر ہیں ورنہ اصل مذہب میں مرتکب کبیرہ کے حق میں اگرچہ استغفار افضل ہے مگر اس پر بددعا اور لعنت کی جا سکتی ہے چنانچہ امام اعظمؒ ”کتاب العالم والمتعلم“ میں فرماتے ہیں۔ متعلم سوال کرتا ہے:

أخبرني عن الاستغفار لصاحب الكبيرة أفضل أو الدعاء عليه أو أنت بالخيار فيما بين الدعاء عليه باللعنة والاستغفار فبين لي هذا كله۔	یہ تو فرمائیے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا افضل ہے یا اس کے حق میں بددعا کرنا یا اختیار ہے خواہ اس کے حق میں استغفار کرے خواہ لعنت، یہ سب مجھے صاف بتائیے۔

امام صاحب جواب دیتے ہیں:

الذنب على منزلتين غير الإشراك بالله تعالى فأي الذنبين ركب هذا العبد فإن الدعاء له بالاستغفار أفضل وإن دعوت عليه باللعنة لم تأثم وذلك بأنه إذا ركب ذنباً منك وعفوت عنه ولم تدع عليه كان أفضل وإن ركب ذنباً فيما بينه وبين خالقه بعد أن كان لم يشرك بالله فرحمته ودعوت له	شرک کے علاوہ گناہ کے دو درجے ہیں جس درجہ کے گناہ کا بھی یہ بندہ مرتکب ہوگا اس کے حق میں استغفار کرنا افضل ہے اور اگر اس پر لعنت کی بددعا کرو جب بھی تمہیں گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس نے تمہارے ساتھ گناہ کا ارتکاب کیا اور تم نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر بددعا نہ کی تو یہ افضل ہے اور اگر اس نے اللہ میاں کا گناہ کیا مگر شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور پھر تم نے اس کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کی تو یہ بھی افضل اور اگر اس کے لیے بربادی و ہلاکت کی دعا کی تب بھی گنہگار نہ ہوگے

بالمغفرة لحرمة الشهادة كان هٰذا أفضل وإن دعوتَ عليه بالهلاك لم تأثم وذلك بأنك تقول يا ربّ خذه بذنبه وإنما تكون آثماً إذا أنت قلت يا ربّ خذه بغير ذنب[1]

کیونکہ اس صورت میں تو تم یوں کہہ رہے ہو کہ یا اللہ تو اس کو اس گناہ کی سزا دے۔ گنہگار تو تم جب ہوتے جبکہ گناہ کیے بغیر اس کے حق میں بد دعا کرتے، اور یوں کہتے کہ یا اللہ بغیر گناہ ہی اس کو پکڑ لے۔

مسلمان کے حق میں لعنت کرنے کا مطلب

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہو اس کے حق میں لعنت کرنے کا یہی مطلب ہے جو امام صاحبؒ نے بیان فرمایا ہے۔ امام نوویؒ نے بھی شرح صحیح مسلم میں حدیث

من أحدث فيها حدثاً فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين

جو مدینہ منورہ میں گناہ کا ارتکاب کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

کے تحت یہی لکھا ہے۔

قالوا ان المراد باللعن هنا العذاب الذي يستحقه على ذنبه والطرد عن الجنة أول المرة وليس هي كلعنة الكفار الذين يبعدون من رحمة الله كل الابعاد[2]

علماء نے بیان کیا ہے کہ لعنت سے مراد یہاں وہ عذاب ہے جس کا وہ اس گناہ کے سبب مستحق ہے اور ابتداء میں جنت سے محرومی ہے یہ لعنت کفار پر لعنت کی طرح نہیں کہ جو بالکلیہ حق تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے ہیں کہ کبھی جنت میں جائیں گے ہی نہیں۔

یزید پر بھی لعنت کرنے کے یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ اس کے ان بُرے کرتوتوں پر اس کو سزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اس کے حق میں ایسا کہنا خواہ افضل نہ ہو لیکن اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ یزید کا صالح اور متقی ہونا تو کجا اس کی جو حیثیت علماء کی نظر میں

---

[1] ص ۱۰ طبع مصر ۱۳۶۶ھ

[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۱۔ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۹ھ

ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ان میں باہم اس امر پر اختلاف ہے کہ اس کی موت اسلام پر ہوئی یا کفر پر اور آیا اس پر لعنت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بس اتنی ہی بات اس کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے

ساتواں اور آٹھواں شبہ

یہ ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تایازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام محمد اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی ام مسکین سے نکاح کیا تھا۔

ان شبہوں کا منشا کیا ہے؟ کیا یہ کہ ان دونوں بیبیوں کا نکاح یزید سے کیوں ہوا؟ تو یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ ام محمد اور ام مسکین سے یزید نے کب نکاح کیا تھا؟ اس کے فسق و فجور کے الم نشرح ہو جانے کے بعد یا اپنی ابتدائی عمر میں جبکہ اس کا فسق ظاہر نہ ہوا تھا اس لیے پہلے تاریخ سے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ دونوں خواتین شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کے حبالۂ عقد میں آئیں تب کچھ بات بنے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یزید نے ان سے نکاح اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں اس وقت کیا جبکہ اس کی بری شہرت نہ تھی اور اس وقت تک اس سے ان مظالم کا ظہور بھی نہ ہوا تھا کہ جن پر امت اس کو آج تک لعنت ملامت کرتی چلی آتی ہے تو پھر اس سے نکاح میں کیا قباحت تھی؟ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یزید اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ہی کھل کھیلا ہے ورنہ اگر ان کی زندگی ہی میں اس کا فسق اس طرح عالم آشکارا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو ولی عہد ہی کیوں بناتے؟

اور اگر شبہ کا منشا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تایازاد بھائی کی لڑکی چونکہ اس کے حبالۂ عقد میں تھی اس لیے وہ بھتیج داماد ہونے کی بنا پر اپنے سسر کو کس طرح قتل کر سکتا تھا؟ تو اس شبہ کا پوچ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ آئے دن اخبارات میں سسر اور داماد کے قتل کے واقعات آتے رہتے ہیں اور یزید تو حضرت حسینؓ

کا حقیقی داماد بھی نہ تھا۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام کا قصہ تو ہر شخص کو معلوم ہی ہے۔

نواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت زین العابدین نے یزید سے بیعت کی اور واقعہ حرہ کے موقع پر اس کا حسنِ سلوک دیکھ کر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔

اس شبہ کا جواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی بن حسین المعروف بہ زین العابدین، دمشق اپنی خوشی سے نہیں گئے ان کو تو پابہ زنجیر اسیرانِ کربلا کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد نے دمشق بھیجا تھا۔ وہاں یزید نے ان سے سخت کلامی کی اور انہوں نے بھی اس کو ویسے ہی سخت جواب دیئے یزید سے بطوع و رغبت ان کا بیعت کرنا اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا، خصوصاً واقعہ حرہ کے بعد ان سے ثابت نہیں۔ طبقات ابن سعد میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسرف (مسلم بن عقبہ) نے حضرت زین العابدین سے یہ کہا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے (إن أمير المؤمنين أوصاني بك خيرًا) اور اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ وصل اللّٰه أمير المؤمنين (اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اس کا صلہ دے) لیکن اس کی اسناد یہ ہے: أخبرنا محمد بن عمر قال حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن يحيى بن شبل عن أبي جعفر[1] اس کا پہلا راوی محمد بن عمر واقدی ہے جو مشہور ضعیف الروایہ ہے، دوسرا ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع حدیث میں متہم ہے۔ یزید کی منقبت ایسے ہی ناکارہ لوگوں کی روایت سے ثابت کی جا سکتی ہے صحیح روایت کہاں مل سکتی ہے اور اتنی بات کسی کافر کے بارے میں بھی کہی جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ یزید کے اس سلوک کا یہی بہتر جواب ہو سکتا تھا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۵

اور یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے "کہ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے"؟ بلاذری اور طبقات ابن سعد کی اصل عبارت پیش کی جائے کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا باعث شرم ہے۔

یزید کے کمانڈر کی حضرت زین العابدین رضؓ کے ساتھ بدتمیزی

واقعہ حرہ میں حضرت زین العابدین اگرچہ بالکل الگ رہے کیونکہ کربلا میں خاندانِ اہل بیت پر یزیدی لشکر نے جو قیامت ڈھائی تھی وہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی یزیدی فوج کے کمانڈر مسلم بن عقبہ نے (جس کو مؤرخین سلف "مجرم یا مسرف بن عقبہ" کے برے نام سے یاد کرتے ہیں ان کے ساتھ جس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل حافظ ابن کثیر کی زبانی سنیے۔ وہ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ نے حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کو طلب کیا وہ مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان پاپیادہ چل کر اس کے پاس پہنچے تاکہ ان دونوں کے ذریعہ اس سے امان لے سکیں ان کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ یزید نے ان کا خیال رکھنے کے بارے میں مسلم کو تاکید سے کہدیا تھا چنانچہ جب آپ اُس کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو مروان نے پینے کے لیے مانگا مسلم بن عقبہ جب شام سے مدینہ کی طرف چلا تھا تو اپنے ساتھ وہاں سے برف لیکر آیا تھا اور وہ برف اس کے مشروب میں ڈال دی جاتی تھی۔ چنانچہ جب پینے کے لیے لایا گیا تو مروان نے اس میں سے تھوڑا سا پی کر باقی حضرت علی بن الحسینؓ کو دے دیا تاکہ اس ذریعے ان کے لیے امان حاصل کر لی جائے۔ مروان حضرت علی بن حسینؓ کا دوست بنا ہوا تھا۔ مسلم بن عقبہ کی جیسے ہی اس پر نظر

> واستدعى بعلى بن الحسين فجاء يمشى بين مروان بن الحكم وابنه عبد الملك لياخذ له بهما عنده آمانا ولم يشعر أن يزيد أوصى به فلما جلس بين يديه استدعى مروان بشراب وقد كان مسلم بن عقبة حمل معه من الشام ثلجا الى المدينة فكان يشاب له بشرابه فلما جئ بالشراب شرب مروان قليلا ثم اعطى الباقى لعلى بن الحسين ليأخذ له بذلك أمانا وكان مروان موادا لعلى بن الحسين فلما نظر اليه مسلم بن عقبة قد أخذ

الاناء فی یده قال له: لا تشرب من شرابنا ثم قال له: إنما جئت مع هذين لتأمن بهما فارتعدت يد علی بن الحسين وجعل لا يضع الاناء من يده ولا يشربه ثم قال له: لولا أمير المؤمنين أوصانی بك لضربت عنقك ثم قال له: إن شئت أن تشرب فاشرب وإن شئت دعونا لك بغيرها فقال: هذا الذی فی كفی أريد فشرب ثم قال له مسلم بن عقبة: قم إلی ههنا فاجلس فأجلسه معه علی السرير وقال له: ان أمير المؤمنين أوصانی بك وان هؤلاء شغلونی عنك ثم قال لعلی بن الحسين لعل أهلك فزعوا فقال إی والله، فأمر بدابته فأسرجت ثم حمله عليها حتی رده إلی منزله مكرماً۔[1]

پڑی کہ حضرت زین العابدین نے برتن اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا تو کہنے لگا ہمارا پانی نہ پینا اور پھر کہا، تو ان دونوں کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ ان کے ذریعہ امان حاصل کر سکے! یہ سنکر آپ کا ہاتھ کانپنے لگا اور نہ برتن ہی ہاتھ سے رکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی اسے پی سکتے تھے۔ تب اس شقی نے آپ کو بتلایا کہ "اگر امیر المومنین تمہارا خیال رکھنے کی مجھے تاکید نہ کرتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا" اس کے بعد کہنے لگا: اچھا اب تم پینا چاہتے ہو تو پی لو اور چاہو تو ہم تمہارے لیے اور منگا دیں، حضرت نے فرمایا: بس جو میرے ہاتھ میں ہے وہی پینا چاہتا ہوں چنانچہ آپ نے وہ پی لیا۔ پھر مسلم بن عقبہ ان سے کہنے لگا ادھر اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور آپ کو اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے تو مجھے تمہارے بارے میں تاکید کر دی تھی مگر ان لوگوں نے مجھے اتنا مشغول رکھا کہ تمہاری طرف توجہ ہی نہ ہو سکی پھر حضرت سے کہنے لگا شاید تمہارے گھر والے تمہاری طرف سے پریشان ہوں، حضرت نے فرمایا: بخدا ایسا ہی ہے۔ چنانچہ مسلم نے اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیا اور پھر اس پر سوار کر کے باعزت طور پر ان کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۰

اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا

اور طبقات ابن سعد میں ہے :

أخبرنا الفضل بن دكين قال: أخبرنا حفص عن جعفر عن أبيه أن علي بن حسين كان يمشي إلى الجمار وكان له منزل بمنىٰ وكان أهل الشام يؤذونه فتحول إلى قرين الثعالب أو قريب من قرين الثعالب وكان يركب فإذا أتى منزله مشى إلى الجمار[1]

حضرت علی بن حسین رض کنکریاں مارنے کے لیے پیدل جایا کرتے۔ منیٰ میں آپ کا ایک مکان تھا۔ اہل شام آپ کو ستایا کرتے تھے اس لیے آپ اپنے مکان سے قرین الثعالب یا اس کے قریب اٹھ کر آگئے اب آپ سواری پر آنے لگے اور جب اپنے گھر پہنچتے تو پھر کنکریاں مارنے کے لیے پاپیادہ جایا کرتے۔

اہل بیت کی حق تلفی

اور اسی میں ہے :

أخبرنا مالك بن اسمعيل قال: حدثنا سهل بن شعيب النهمي وكان نازلا فيهم يؤمهم عن أبيه عن المنهال، يعني ابن عمرو قال دخلت على علي بن حسين فقلت كيف أصبحت أصلحك الله؟ فقال ما كنت أرى شيخا من اهل المصر مثلك لايدري كيف أصبحنا فأما إذا لم تدر أو تعلم فسأخبرك أصبحنا في قومنا بمنزلة بني اسرائيل في آل فرعون إذ كانوا يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَهُمْ وأصبح شيخنا وسيدنا يتقرب إلى عدونا بشتمه

سہل بن شعیب نہمی جو بنی نہم میں امامت کرنے کی وجہ سے رہا کرتے تھے اپنے باپ شعیب اور شعیب منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رض کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے رکھے صبح کس حال میں ہوئی۔ فرمایا میں نہ سمجھتا تھا کہ شہر میں آپ جیسا بزرگ بھی یہ نہیں جانتا کہ ہم نے صبح کس حال میں کی۔ اور جب آپ یہ نہیں جانتے یا اس کا علم آپ کو نہیں تو پھر میں اب بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم کے ساتھ اس حال میں صبح کی جس طرح بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے ساتھ کی تھی کہ وہ ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر دیتے تھے اور ان کی عورتوں کو جینے دیتے تھے۔ اور ہمارے شیخ اور ہمارے سردار (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے

---

[1] ج ۵ ص : ۲۱۹ مطبوعہ بیروت ۱۳۸۰ھ

أو سبه على المنابر وأصبحت قريش تعدّ أنّ لها الفضل على العرب لأن محمدًا صلى الله عليه وسلم منها لا يعدّ لها فضل إلا به وأصبحت العرب مقرّة لهم بذلك وأصبحت العرب تعدّ أن لها الفضل على العجم لأن محمدًا صلى الله عليه وسلم منها لا يعدّ لها فضل إلا به وأصبحت العجم مقرّة لهم بذلك فلئن كانت العرب صدقت أن لها الفضل على العجم وصدقت قريش أن لها الفضل على العرب لأن محمدًا صلى الله عليه وسلم منها أن لنا أهل البيت الفضل على قريش لأن محمدًا صلى الله عليه وآله وسلم منا فأصبحوا يأخذون بحقنا ولا يعرفون لنا حقًّا فهكذا أصبحنا إذ لم تعلم كيف أصبحنا قال فظننت أنه أراد أن يسمع من في البيت۔[1]

کہ بر سر منبر اُن پر سب و شتم کرکے ہمارے دشمن کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور قریش نے اس حال میں صبح کی کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو عرب پر اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں اور ان کے بغیر ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اہل عرب نے اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی قریش کی اس فضیلت کے معترف ہیں۔ نیز اہل عرب نے اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی اہل عجم پر اپنی فضیلت کو اسی لیے شمار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے اور آپ کے بغیر عرب کی فضیلت شمار نہیں ہو سکتی۔ اور اہل عجم نے اس حالت میں صبح کی کہ انہیں بھی عرب کی اس فضیلت کا اعتراف ہے۔ پس اگر عرب اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش بھی سچے ہیں کہ ان کو عرب پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب بھی تھے اور قریشی بھی تو ہم اہل بیت کو بھی قریش پر اسی لیے فضیلت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے۔ اب قریش (وقت کے حکمران بنی امیہ مراد ہیں) نے اس حال میں صبح کی ہے کہ خود تو ہمارا حق لے چکے ہیں مگر اپنے اوپر ہمارا کوئی حق نہیں سمجھتے۔ اب تو جب تمہیں یہ علم ہے ہی نہیں کہ ہم نے صبح کس حال میں کی تو اس حال پر آئی ہے۔ منہال کا بیان ہے کہ مجھے خیال یہ پڑتا ہے کہ حضرت ان لوگوں کو سنا رہے تھے جو اس وقت گھر میں آئے ہوئے تھے۔

---

[1] ج ۵ ۔ ص: ۲۱۹ – ۲۲۰

دسواں شبہ

یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات سے ہوتی رہی ہیں۔

اس شبہ کا جواب

واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ نہیں ہوا

یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد کے درمیان کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا، کتبِ تواریخ و انساب کا پُر ہونا تو بڑی بات ہے اس سلسلہ میں ایک قرابت کا ذکر بھی کتبِ تاریخ و انساب سے ثابت نہیں۔ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کی بہت سی قرابتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے اور امویوں کو سادات میں شامل کرنا ناصبیت ہے، امویہ کا شمار اہل بیت میں نہیں ہے۔

عبدالملک کا زوالِ یزید سے عبرت پکڑنا

یہ بھی واضح رہے کہ بنو امیہ اور بنی ہاشم کے بہت سے خاندان تھے۔ عبد الملک مروانی جب تختِ حکومت پر براجمان ہوا تو اس نے یزید کے زوال سے عبرت پکڑ کر حجاج بن یوسف کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بنو ہاشم سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ آلِ ابی سفیان نے جب ان پر زیادتی کی تو ان پر زوال آ گیا چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فان الحجاج مع كونه مبيرًا سفاكًا للدماء قتل خلقًا كثيرًا لم يقتل من أشراف بني هاشم أحدًا قط بل سلطانه عبدالملك بن مروان نهاه عن التعرض لبني هاشم وهم الأشراف

بلاشبہ حجاج نے باوجودیکہ وہ بڑا ظالم اور سخت خونریز تھا اور اُس نے ایک خلقِ کثیر کو قتل کر دیا تھا تاہم اشرافِ بنی ہاشم میں سے کبھی کسی کو قتل نہ کیا بلکہ اس کو اس کے سلطان عبدالملک نے بنی ہاشم سے جو اشراف کہلاتے ہیں کسی قسم کا بھی تعرض کرنے سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بنو حرب جب

و ذکر انہ أُتي إلی بنی الحرب لما تعرضوا لھم یعنی لما قتل الحسینؓ[1]	ان سے تعرض کیا تو ان کی شامت آگئی مطلب یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو جب قتل کیا تو ان پر ادبار آگیا۔

اس لیے بنو ہاشم اور بنو مروان میں اگر تعلقات قرابت بعد میں بھی قائم رہے اور ایک دوسرے رشتہ مناکحت کا سلسلہ چلتا رہا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یزید کے مظالم کے مروانی بھی اقراری تھے

گیارہواں شبہ

یہ ہے کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد کوفہ کے شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے یہ جان لیا کہ یزید کی بیعت پر تمام امت متفق ہے تو آپ اپنے ارادہ سے دستبردار ہو گئے۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ محض ہرزہ سرائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن الاثیر، الاصابہ لابن حجر اور تاریخ الخلفاء یہ سب کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان میں کہیں یہ مذکور نہیں جو مستفتی نے سوال میں ذکر کیا ہے۔

کیا العیاذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض نرے نادان عقل سے کورے، احکام شرع سے بالکل ناواقف اور دینی تقاضوں سے سرے سے ناآشنا تھے کہ سائل کو تو اس حقیقت کا پتہ چل گیا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور ان شریر النفس لوگوں کے بہکانے میں آ کر جن کے

> «نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور حسنؓ کی توہین و تحقیر سے بھی نہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں»

آپ نے یہ باور کر لیا کہ امیر یزید امت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں اور پھر ان کے خلاف خروج پر

---

[1] مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۴ ص ۵۰۴۔

آمادہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحمیق و تجہیل میں کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ صرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے بعد ساری امتِ اسلامیہ پر آج تک یہ حقیقت منکشف ہی نہ ہو سکی جو مستفتی پر واضح ہوئی ہے نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات، جھوٹ بولنے کی حد ہو گئی۔

فاروق اعظم کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا یہ محض جھوٹ ہے، نہ ان کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں آئی ان کی شہادت کے بارے میں سازش کا افسانہ، موجودہ دور کے ملحد ناصبیوں کے ذہن کا ساختہ و پرداختہ ہے۔

بقیہ غلط باتوں پر تنبیہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں بھی کسی کوفی کا نام نہیں لیا جاتا۔ محاصرین میں بھی اکثریت اہلِ مصر کی تھی۔ جنگِ جمل و صفین میں کیا طرفین سے سارے صحابہ کرام (نعوذ باللہ) دیوانے ہو گئے تھے کہ وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان شریر النفس لوگوں کی شرارت کو بالکل نہ سمجھ سکے اور قتل و قتال کا ہنگامہ کارزار جاری رکھا۔ ایک ملحد تو ایسی بات سوچ سکتا ہے لیکن کسی مسلمان کا ذہن اس خرافات کو باور نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی پکا خارجی تھا، خارجیوں کا گڑھ کوفہ نہیں نہروان تھا۔ ابن ملجم قاتلِ علی کوفی نہیں مصری تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تحقیر میں خوارج اور نواصب پیش پیش رہے ہیں۔

یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کا اقدام للہ فی اللہ تھا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف اس کی نااہلی کی بنا پر دوسروں کے کہنے سے نہیں بلکہ دینی بصیرت کے مطابق محض للہ فی اللہ بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا غضباً للدين من أجل جور الولاة وترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء أهل الحق ومنهم الحسين بن علي و	ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم و ستم اور سنتِ نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت و حمیت میں نکلے یہ سب اہلِ حق ہیں اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہلِ مدینہ جنہوں نے حرہ

أهل المدينة في الحرة والقراء الذين خرجوا على الحجاج[1]

میں جہاد کیا اور وہ تمام علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار ان ہی اہلِ حق میں ہے۔

جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا

شرعی نقطۂ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اصحابِ حرہ سے یزید کا جنگ کرنا کسی طرح بھی قطعاً جائز نہیں تھا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں :

من خرج عن طاعة امام جائر أراد الغلبة على ماله أو نفسه أو أهله فهو معذور ولا يحل قتاله، وله ان يدفع عن نفسه وماله واهله بقدر طاقته۔

جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو اور اس شخص کے جان یا مال یا اہل و عیال پر تغلب کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اپنی جان مال اور اپنی اہل و عیال کی طرف سے دفاع کا حق حاصل ہے۔

وقد أخرج الطبري بسندٍ صحيح عن عبد الله بن الحارث عن رجل من بني مضر عن علي، وقد ذكر الخوارج فقال إن خالفوا إماماً عدلاً فقاتلوهم وإن خالفوا إماماً جائراً فلا تقاتلوهم فان لهم مقالاً۔

چنانچہ امام طبری نے بسندِ صحیح عبد اللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل و قتال نہ کرو کیونکہ ان کو کہنے کا حق حاصل ہے (اس لیے معذور ہیں)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وعلى ذلك يحمل ما وقع للحسين بن علي ثم لأهل المدينة في الحرة ثم لعبد الله بن الزبير

اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقامِ حرہ میں اہلِ مدینہ کے ساتھ پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] فتح الباری ص ۲۸۶ ج ۱۲ طبع مصر

ثم للقراء الذين خرجوا على الحجاج في قصة عبد الرحمن بن محمد بن الأشعث والله أعلم[1]

عنہما کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کے خلاف خروج کیا تھا کمان سب حضرات سے قتال ناجائز تھا۔ واللہ اعلم۔

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسین رضؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

چوتھے شبہ کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ خط جو یزید کے نام لکھا گیا تھا درج کیا جاچکا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کے عمال نے حرمین میں چین سے بیٹھنے ہی نہ دیا۔ مدینہ میں تھے تو بیعتِ یزید پر اصرار تھا، مکہ معظمہ آگئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام خط لکھ کر اپنے قطعہ اشعار میں حضرت حسین رضؓ کو قتل کی دھمکی دی[2] حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں خونریزی ہو اور حرم کی عزت خاک میں ملے[3] اس لیے آپ نے کوفہ کا رُخ کیا کہ وہاں آپ کے اعوان و انصار تھے۔

جن حضرات نے کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکا بربنائے شفقت روکا۔

اور جن حضرات نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا وہ بھی بربنائے شفقت تھا نہ اس بنا پر کہ آپ کا یہ اقدام نعوذ باللہ خلاف شرع تھا۔ ورنہ روکنے والے آپ سے صاف صاف کہہ دیتے کہ آپ مرتکب معصیت ہو رہے ہیں یزید جیسے خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنے سے آپ شرعاً کے رُو سے باغی مباح الدم اور واجب القتل ہوں گے۔ اس لیے خلیفہ برحق سے بغاوت کرنا آپ کے شایانِ شان نہیں۔ غور فرمائیے یہ حضرات کوفیوں کی بیوفائی کا اندیشہ تو ظاہر کرتے ہیں مگر آپکے اس اقدام کو گناہ قرار نہیں دیتے۔

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے، ان میں مخلصین کی

---

[1] ج ۱۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۳

[2] ملاحظہ ہو تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص: ۱۶۳

[3] ایضاً ص: ۱۶۱ و ۱۶۵

کثیر جماعت تھی حضرت حسین کو مرتبۂ شہادت پر فائز ہونا تھا اس لیے لاکھ جتن کیے جاتے ہونا ہی تھا جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں ازل سے شہادت مقدر تھی۔ بہت سے صحابۂ کرامؓ نے آپ کی نصرت میں اپنی خدمات پیش کیں اور محاصرین سے جنگ کی اجازت مانگی بظاہر خیال ہوتا ہے کہ اگر محاصرین سے جنگ کی جاتی تو ان کا قرار پر قرار ضروری تھا لیکن آپنے اسے پسند ہی نہ فرمایا۔ اور آخر جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انجام سے ناواقف نہ تھے راہِ حق میں شہادت مطلوبِ مومن ہے اس لیے آپ نے جو قرینِ مصلحت سمجھا اسی پر عمل کیا۔

کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا تقرر اور حضرت حسینؓ کی شہادت

کوفہ کے گورنر اس وقت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ یزید کو جیسے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عازمِ کوفہ ہونے کی اطلاع ملی اُس نے فوراً حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کی گورنری سے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو جسے یزید اپنا چچا زاد بھائی بتاتا تھا، کوفہ کا گورنر بنا کر روانہ کر دیا۔ اس نے آتے ہی جو ظلم و ستم ڈھایا اس سے تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔ بڑے بڑے سرکردہ لوگوں کو دار و دسن سے سر کیا۔ اور عوام کو جبر و قہر سے کوفہ کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہو، اور کوئی کہیں نہ جا سکے صورتِ حال میں اس اچانک تبدیلی سے مخلصین کو آپ کی نقل و حرکت کی خبر نہ ملنے کے سبب مدد کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت حسینؓ ابھی کوفہ سے پچیس میل دور ہی تھے کہ ابن زیاد کے حکم سے راہ ہی میں حر بن یزید تمیمی کے دستہ فوج نے جو ایک ہزار سواروں پر مشتمل تھا آپ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر عمر بن سعد کی سرکردگی میں مزید چار ہزار سپاہ روانہ کر کے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارواں کا پانی بند کیا پھر ان سب حضرات پر حملہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا۔

چنانچہ امام بخاریؒ "تاریخ صغیر" میں لکھتے ہیں:

حدثنا موسیٰ ثنا سلیمان بن	ہم سے موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو سلیمان
مسلم ابو المعلی العجلی قال	بن مسلم ابو المعلی عجلی نے بتایا کہ میں نے اپنے والد

سمعت أبي أن الحسين لما نزل كربلا فأول من طعن في سرادقه عمر بن سعد فرأيتُ عمر بن سعد وابنيه قد ضربت أعناقهم وعلقوا على الخشب ثم ألهبت فيهم النار[1]۔

سے سُنا فرماتے تھے کہ حضرت حسینؓ جب کربلا میں فروکش ہوئے تو سب سے پہلے جس شخص نے ان کے سراپردہ میں نیزہ مارا وہ عمر بن سعد تھا پھر میں نے (کچھ عرصہ بعد یہ منظر بھی) دیکھا کہ عمر بن سعد اور اس کے دونوں بیٹوں کی گردنیں ماری گئیں اور انہیں شہتیر پر لٹکا کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اور ان سب شہداءِ کربلا کے سر کاٹ کر ان کو کوفہ روانہ کر دیا گیا۔

حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ابنِ زیاد کی گستاخی

حضرت حسینؓ کا سر مبارک جب عبید اللہ بن زیاد کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو اس ابن زیاد بدنہاد نے آپ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی اس کی تفصیل "صحیح بخاری" میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

حدثنا محمد بن الحسين بن ابراهيم ثنا حسين بن محمد ثنا جرير عن محمد عن انس بن مالك قال أُتي عبيد الله بن زياد برأس الحسينؓ فجعل في طست فجعل ينكت وقال في حسنه شيئاً فقال أنس كان أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم وكان مخضوباً بالوسمة[2]

محمد بن سیرین حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو وہ مردود چھڑی سے اس کو چھیڑتا رہا اور آپ کے حسن کے بارے میں بدزبانی کی۔ اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر اس وقت وسمہ کا خضاب تھا۔

اور جامع ترمذی میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے۔

حدثنا خلاد بن اسلم البغدادی

حفصہ بنت سیرین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت انس

---

[1] تاریخ صغیر ص ۷۰

[2] صحیح بخاری ج ۱ - ص ، ۵۳۰

نا النضر بن شميل نا هشام بن حسان عن حفصة بنت سيرين قالت ثنی انس بن مالك قال كنت عند ابن زياد فجیء برأس الحسين فجعل يقول بقضيب في أنفه ويقول ما رأيت مثل هٰذا احسنًا لم يذكر قال قلت اما أنه كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم. هٰذا حديث حسن صحيح غريب. [1]

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی سے آپ کی ناک کو چھیڑ کر (بطور طنز) کہنے لگا میں نے تو ایسا حسین ہی نہیں دیکھا پھر اس کے حسن کا کیوں چرچا ہے میں نے کہا خبردار! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہ تھے۔

عمر بن سعد کا حشر

عمر بن سعد کا جو حشر ہوا وہ ابھی تاریخ بخاری کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے کہ وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہی قتل کر دیا گیا اور پھر اس کے لاشے کو آگ میں جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۶۶ھ کا ہے۔

ابن زیاد کے سر کے ساتھ کیا عبرتناک معاملہ ہوا

اور ۶۷ھ میں بروز عاشوراء ہی ابن زیاد بدنہاد بھی ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسی قصر میں جہاں ۶۱ھ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا اس کا سر نامبارک بھی رکھا گیا پھر اس کے سر پر جو بیتی وہ سننے کے لائق ہے۔ امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

عن عمارة بن عمير قال لما جیئ برأس عبيد الله بن زياد واصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيتُ اليهم وهم يقولون قد جاءت قد جاءت

عمارہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر چوک کی مسجد میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا

---

[1] ج ۲ ص: ۲۱۹

فاذا حية قد جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت في منخري عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا۔ هذا حديث حسن صحيح[لہ]

دیکھا تو ایک سانپ سروں میں سے گھستا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا پھر ذرا دیر رہ کر باہر غائب ہوگیا اب پھر لوگوں نے کہنا شروع کیا وہ آیا وہ آیا۔ غرض اس سانپ نے دو تین بار ایسا ہی کیا۔

یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا

اور یزید کا جو حشر ہوا وہ حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں یہ ہے :

وقد أخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم بن عقبة أن يبيح المدينة ثلاثة أيام وهذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم إلى ذلك من قتل خلق من الصحابة وابناءهم وقد تقدم أنه قتل الحسين وأصحابه على يدي عبيد الله بن زياد وقد وقع في هذه الثلاثة أيام من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية ما لا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه إلا الله عز وجل

یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہہ کر کہ وہ تین دن تک مدینہ نبوی میں قتل و غارت گری جاری رکھے بڑی خطاء فاحش کی۔ یہ بڑی سخت اور فحش غلطی ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور صحابہ زادوں کی ایک خلقت کا قتل عام اور شامل ہوگیا۔ اور سابق میں گزر چکا کہ حضرت حسین اور ان کے اصحاب عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کر ڈالے گئے۔ مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں ، وہ مفاسد عظیمہ واقع ہوئے کہ جو حد و حساب سے باہر ہیں اور بیان کیے ہی نہیں جا سکتے۔ بس اللہ عزوجل ہی کو ان کا علم ہے۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی سلطنت و اقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کے

[لہ] ج ۲ ص : ۲۱۹

و قد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه و ملكه و دوام أيامه من غير منازع فعاقبه الله بنقيض قصده وحال بينه وبين مايشتهيه فقصمه الله قاصم الجبابرة و أخذه أخذ عزيز مقتدر " وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ "[2]

ایامِ حکمرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلافِ مراد اس کو سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑے آگیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو سب ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اس کی بھی کمر توڑ کر رکھ دی اور اسے اسی طرح دھر پکڑا جس طرح کہ غالب اور با اقتدار پکڑا کرتا ہے اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی)

ان کی نسل کا منقطع ہو جانا اور خواجہ محمد پارسا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فصل الخطاب* میں فرماتے ہیں:

روزِ طف باقی نماند از اولادِ وے مگر زین العابدینؓ، پس حق تعالیٰ از صلبِ وے آنقدر کہ خواست از اہلِ بیتِ نبوت بیرون آورد و در شرق و غرب منتشر گردانید چنانچہ ہیچ ناحیہ و ہیچ شہرے از وجودِ شان خالی نیست و نباشد و از یزید و اخلافش یک تن نگذاشت کہ خانہ آباد ان کند و آتش افروزد واللہ تعالیٰ راست ترین گویندگان است بہ حبیبِ خود کہ فرمود: اِنَّ

کربلا کے دن حضرت حسینؓ کی اولاد نرینہ میں بجز حضرت زین العابدینؓ کے کوئی مرد باقی نہ بچا پھر حق تعالیٰ نے آپ کی پشت سے خاندانِ نبوت کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا چاہا پیدا فرمایا اور اور ان کو شرق و غرب میں پھیلا دیا چنانچہ کوئی نواح اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود سے خالی ہوا اور نہ کبھی خالی ہوگا اور یزید اور اس کی نسل سے ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے (نہ کوئی نام لیوا رہا نہ پانی دیوا) اور اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ جس نے

---

[1] ج ۸ - ص: ۲۲۲

[2] سورہ ہود آیت ۱۰۲/۱۱

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1] اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا تھا کہ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا دُم کٹا۔

یہ صحیح نہیں کہ اخیر وقت میں حضرت حسینؓ یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے

اور ہمارے نزدیک یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اخیر وقت میں عمر بن سعد کے سامنے جو تین شرطیں رکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ مجھے دمشق بھیجدیا جائے تاکہ میں اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر معاملہ اس طرح طے کرلوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ کیا تھا۔ سائل نے فاضع یدی فی یدہ کے الفاظ تو نقل کیے بقیہ الفاظ تاریخ کی کس کتاب میں منقول ہیں۔

اس پر درایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث

یہاں سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزید کی خلافت منعقد ہونے پر اپنی رضامندی ظاہر کی؟

سب سے پہلے جب یزید کی ولیعہدی کی تقریب عمل میں آئی تو کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ولی عہدی کی بیعت کی اور اس کو درست بتایا؟ پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر یزید کے عاملِ مدینہ ولید بن عتبہ نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو کیا آپنے اس مطالبہ کو منظور فرمایا؟ کیا آپنے مدینہ طیبہ کو صرف اسی بنا پر خیرباد نہیں کہا کہ یزید کے مقرر کردہ عاملِ مدینہ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جارہا تھا؟ کیا آپ اسی وجہ سے وہاں سے چل کر حرمِ مکہ میں نہیں آگئے تھے؟ حرمِ مکہ میں بھی آپ نے یزید کی بیعت پر کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اظہارِ رضامندی کیا تھا؟ پھر اخیر وقت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر کس طرح راضی ہوسکتے تھے جبکہ وہ اس بیعت کو بیعتِ ضلالت بھی سمجھتے تھے چنانچہ حافظ ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں رقمطراز ہیں:

إذ رأى أنها بيعة ضلالة[2] حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس کی بیعت بیعتِ ضلالت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "الفرع النامی من الاصل السامی" از نواب صدیق حسن خان۔ ص ۵۷۔ طبع نظامی کانپور

[2] ج ۴ - ص ۱۰۵

آپ کا اخیر خطبہ جو آپ نے میدانِ کربلا میں دیا، آپ کے موقف کو صاف صاف بتا رہا ہے یہ خطبہ احیاء العلوم امام غزالیؒ کے حوالے سے نقل کیا جا چکا۔ حضرت ابن عباس کا وہ خط بھی پڑھ لیجئے جو آپ نے یزید کے نام لکھا تھا اور جو سابق میں تاریخ الکامل، ابن اثیر کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے موقف سے رجوع کر کے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے راضی ہو گئے تھے حالانکہ یہ دونوں مواقع ایسے تھے کہ جہاں ایسی اہم بات کا ذکر ضروری تھا۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء۔ یا حضرات انصار مدینہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی جب سے وہ یزید کے خلاف کھڑے ہوئے کبھی اپنے موقف سے رجوع کیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے۔ حضرت تو عزم وہمت اور عزیمت کے اعتبار سے ان سب حضرات سے برتر اور بڑھ کر تھے۔ اور کمالات و فضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسر نہ تھا وہ بھلا کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرما سکتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک یزید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں

إنما أنكر من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ومن التابعين بيعة يزيد بن معاوية والوليد وسليمان لانهم كانوا غير مرضيين[1]	صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ شخصیتیں تھیں۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ یزید نے اپنی حرکات سے توبہ کی، نہ ان حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ فرمایا، بہرحال اگر اہلِ سنت کی کتابوں میں یہ روایت حاضرین واقعہ سے بسند صحیح مذکور ہو تو ضرور پیش کی جائے ہم بصد شکریہ اس تحقیق کو قبول کریں گے۔

---

[1] الفصل ج ۴ - ص: ۱۶۹ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

حضرت حسینؓ کا شمار نجباء صحابہ میں ہے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کرام رضہ کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے "نجباء" (خاص برگزیدہ اصحاب) اور "رقباء" (جو آپ کے احوال کے نگراں ہوں) میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

عن علی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لكل نبي سبعة نجباء ورقباء وأعطيت أنا أربعة عشر، قلنا من هم؟ قال أنا وابناي وجعفر وحمزة وأبوبكر وعمر ومصعب بن عمير وبلال وسلمان وعمار وعبدالله بن مسعود وأبوذر والمقداد[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء ہوئے ہیں اور مجھے حق تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں ہم نے عرض کیا یہ کون کون حضرات ہیں آپ نے فرمایا میں (یعنی حضرت علی) اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

"نجیب" کے معنی برگزیدہ اور "رقیب" کے معنی نگران احوال کے ہیں، شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ازیں معلوم میشود کہ دریں چہاردہ بحسب نجابت و رقابت خصوصیتے ست کہ در دیگران نیست۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ کے چودہ بزرگوں کو نجابت و رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

---

[1] رواه الترمذی۔ مشکوٰة ص ٥٨٠ - ج ٢

اہلِ سُنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ علی وحسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے ۔

اب غور فرمائیے کہ جو حضرات شرفِ نجابت سے ممتاز ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کے نگراں ہوں ان کے مزاج شناسِ نبوت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا جو اقدام بھی ایسے مواقع پر ہوگا وہ جادۂ شریعت سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے وقت میں مخالفین کے ساتھ جنگ وصلح کا جو اقدام بھی کیا وہ امت کے عین مفاد میں تھا اور تمام اہلِ سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف بالکل صحیح تھا ۔ چنانچہ علامہ عبدالحی بن عماد حنبلی رحمہ اللہ "شذرات الذہب" میں لکھتے ہیں

والعلماء مجمعون علی تصویب قتال علی لمخالفیہ لانہ الامام الحق ونقل الاتفاق أیضا علی تحسین خروج الحسین علی یزید وخروج ابن الزبیر وأھل الحرمین علی بنی امیہ وخروج ابن الاشعث ومن معہ من کبار التابعین خیار المسلمین علی الحجاج ثم الجمہور رأوا جواز الخروج علی من کان مثل یزید والحجاج ومنہم من جوز الخروج علی کل ظالم[1]

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے ۔ نیز اس پر بھی اتفاق منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج یزید کے خلاف اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہلِ حرمین کا بنی امیہ کے خلاف اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین اور بزرگانِ مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن تھا پھر جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج جیسے (ظالم اور فاسق) حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا جائز ہے اور بعض حضرات کا مذہب تو یہ ہے کہ ہر ظالم کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے ۔

---

[1] ج ۱ ص ۶۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی ؟

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر آخر وقت میں راضی ہو گئے تھے تو پھر ان کو عمر بن سعد یا عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لینے سے آخر کونسا امر مانع تھا کیا وہ بھی (نعوذ باللہ) حُبِ جاہ میں گرفتار تھے کہ صرف بادشاہِ وقت ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اس کے عمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کی کسرِ شان ہے اسی طرح ایسی صورت میں خود یزیدی عمال کو انہیں دمشق پہنچانے میں آخر کیا عذر تھا؟ اور جب یہ اطاعت کے لیے تیار تھے تو پھر انہیں ناحق قتل کرنے سے کیا فائدہ تھا ؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بیعت پر آمادہ تھے مگر عبید اللہ بن زیاد نے زبردستی آپ کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کو آخر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کونسی ذاتی عداوت تھی جس نے ان لوگوں کو آپ کے قتل پر مجبور کیا تھا ؟

اور اگر یہ لوگ اس قدر خود سر تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر آمادہ تھے مگر پھر بھی وہ ان کے قتل سے باز نہ رہے تو یزید کیا برائے نام خلیفہ تھا کہ جو عضوِ معطل بنا بیٹھا تھا اور جو کچھ کرتے تھے اس کے عمالِ بد اعمال ہی کرتے تھے۔ اور اگر واقع میں یزید با اقتدار خلیفہ تھا اور اس کے منشا کے بغیر شہدائے کربلا کو قتل کیا گیا تو پھر اس نے اس بارے میں اپنے عمالِ بد سے باز پرس کیوں نہ کی ؟

اتنی بحث درایت کے اعتبار سے اس روایت کے ناقابلِ قبول ہونے کے لیے کافی ہے جو مستفتی نے نقل کی ہے کہ " فاضع یدی فی یده " اور یہ کسی قابلِ وثوق سند سے ثابت بھی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ اس کے برخلاف عقبہ بن سمعان کی صاف تصریح کتبِ تواریخ میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ عزالدین ابن الاثیر جزری اپنی تاریخ الکامل میں فرماتے ہیں :

وقد روی عن عقبة	اور بلاشبہ عقبہ بن سمعان سے مروی ہے کہ انہوں نے
بن سمعان انه قال صحبت	بیان کیا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

الحسين من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفارقه حتى قتل و سمعت جميع مخاطباته الناس إلى يوم مقتله فو الله ما أعطاهم ما يتذاكر به الناس من أنه يضع يده في يد يزيد[۱]

مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے کہیں جدا نہ ہوا۔ میں نے یومِ شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگوئیں سُنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ سو بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے اور اس سے بیعت کر لیں گے۔

یہ عقبہ بن سمعان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب کے غلام تھے عمر بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔[۲]

خضری کی تحقیق

”محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ“ کے مصنف محمد خضری کی تحقیق بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

وليس بصحيح أنه عرض عليهم أن يضع يده في يد يزيد فلم يقبلوا منه تلك العودة وعرضوا عليه ان ينزل على حكم ابن زياد۔[۳]

یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لیے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لیے تیار ہیں مگر ان لوگوں نے آپ کی یہ پیشکش قبول نہ کی اور آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ ابن زیاد کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کریں۔

غرض یہ دعویٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر وقت میں یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے۔ نہ درایت کے اعتبار سے صحیح ہے نہ روایت کے اعتبار سے۔ اور جو اس

---

[۱] ج ۴ ص ۲۲ ۔ طبع مصر

[۲] ملاحظہ ہو الکامل ج ۴ ص ۳۴

[۳] ج ۲ ص ۱۲۸ ۔ طبع مصر

امر کی صحت کا مدعی ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت پیش کرے تاکہ اس کا مدعا ثابت ہو۔

بارھواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خروج بغاوت نہیں بلکہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا

اس شبہ کا جواب

یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوائیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کرکے سیاسی غلطی کی تھی اور یہ خطاء آپ کی اجتہادی تھی۔ بہرحال بغاوت ہو یا "اجتہادی سیاسی خطاء" جب بقول مستفتی حضرت نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرما لیا تھا تو اب اُن کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟ اور خیر حضرت کو تو خاک بدہن گستاخ بقول مستفتی شریر النفس لوگوں نے امیر یزید کے خلاف خروج پہ آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا مگر ان ناصبی قاتلانِ حسینؓ کو خاندانِ نبوت کا چراغ گُل کرنے کے لیے کس شیطان نے کہا تھا اور انہوں نے اپنا دین و ایمان کس خبیث کے کہنے میں آکر برباد کیا؟ اس پر مستفتی نے کچھ روشنی نہ ڈالی۔

سبائی کون تھے اور یہ اپج بھی خوب ہے کہ "اس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی ہے" سبائیوں کو تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلایا تھا۔

صحیح بخاری میں آتا ہے کہ

أتی علی رضی اللہ عنہ بزنادقۃ فأحرقھم[1]	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زنادقہ لائے گئے آپ نے ان کو نذر آتش کر دیا۔

---

[1] ج-۲ ص ۱۰۲۳

یہ زنادقہ کون تھے ان کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ "الکوکب الدراری شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابوالمظفر الاسفرائنی کی کتاب "التبصرہ" سے ناقل ہیں:

هم طائفة من الروافض تدعى السبائية ادعوا ان عليا اله و كان رئيسهم عبد الله بن سبا و كان اصله يهوديا۔[1]

یہ روافض کا وہ گروہ تھا جس کو سبائی کہا جاتا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت علی خدا ہیں ان کا سربراہ عبداللہ بن سبا تھا جو اصل میں یہودی تھا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

و أخبار عبد الله بن سبا شهيرة في التواريخ و ليست له رواية ولله الحمد وله أتباع يقال لهم السبائية يعتقدون إلاهية علي بن أبي طالب وقد أحرقهم علي بالنار في خلافته۔[2]

عبداللہ بن سبا کے واقعات تواریخ میں مشہور ہیں بحمداللہ اس سے کوئی روایت نہیں ہے۔ اس کے متبعین کو "سبائیہ" کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کے قائل تھے۔ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلا دیا تھا۔

اب ذرا غور فرمائیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سبائیوں کے ساتھ جو عبرت انگیز معاملہ کیا وہ سب کچھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ہوا پھر یہ کیسی لغو بات ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے بعد بھی ان سے دھوکہ کھانے کے لیے خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تجویز کیا جائے اس سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کیا غلط بیانی ہو سکتی ہے۔ ناصبی اور رافضی دونوں کا شمار خلقِ خدا میں بدترین جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔

یہ افتراء ہے کہ کوئی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کرکے صلح نہ ہونے دی	اور یہ قطعاً افتراء ہے کہ یہ کوئی سبائیوں کی محض سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کرکے

---

[1] ۲۳۵ ص ۲۵ طبع مصر

[2] ج ۳ ص ۲۸۹ و ۲۹۰

صلح کو پورا نہ ہونے دیا جائے، جنگ میں پہل کرنے والے ناصبی تھے سبائی نہیں۔ مستفتی نے ابن زیاد اور ابن سعد کے سبائی ہونے پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ہاں اس دور کے ناصبی ملحدوں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اب یہ جھوٹا من گھڑت افسانہ تیار کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف یزید کی بیعت پر بالکل تیار ہو گئے تھے بلکہ اس سے بیعت کرنے کے لیے دمشق کی طرف بھی چل پڑے تھے اور عمر بن سعد، حر بن یزید اور شمر ذی الجوشن اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ قافلۂ حسینی کی نگرانی کے لیے ان کے ساتھ تھے جو مخدرات حرم کے احترام کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہتے تھے کہ اسی اثناء میں ان سا ٹھ کوفیوں نے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے کربلا تک ساتھ رہے تھے ایک روز عصر کی نماز کے بعد موقع پا کر جھٹپٹے کے وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیمپ پر حملہ کر کے ان کو مع ان کے رفقاء کے اچانک شہید کر ڈالا۔ اور پھر شمر اور عمر بن سعد کے دستۂ فوج نے ان قاتلوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کر دیا۔" یہ وہ فسانہ ہے جو "مجلس عثمان غنیؓ" کے ارکین نے اپنے دل سے گڑھ کر "داستانِ کربلا" اور "حادثۂ کربلا" نامی دو کتابچوں میں لکھ کر شائع کیا ہے اور پھر ان کو بار بار طبع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر صحیح تو درکنار کسی جھوٹی اور موضوع روایت میں بھی موجود نہیں، اس سے پہلے محمود احمد عباسی نے اس سلسلہ میں یہ داستان لکھی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان صلح کی گفتگو جاری تھی اور معاملہ باہمی طے ہونے کو تھا کہ جب مزید احتیاط کی غرض سے قافلۂ حسینی سے ہتھیار لینے کا مطالبہ کیا گیا تو ان کوفیوں نے اور مسلم بن عقیل کی اولاد نے اچانک عمر بن سعد کی فوج پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کی بنا پر عمر بن سعد کی فوج کو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا پڑا۔ یہ دونوں باتیں محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ خدا تعالیٰ ان جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔ اس جھوٹ کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو ہمارے رسالہ "شہداء کربلا پر افتراء" کا مطالعہ کرنا چاہیے

صحابہ کی جماعت حضرت حسین کے موقف کی حامی تھی | اور یہ کہنا کہ "کسی صحابی نے اس

خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ اس وقت خاصی تعداد صحابہ کرامؓ کی موجود تھی بالکل غلط ہے صحابہ کرام کی جو تھوڑی بہت تعداد اس وقت باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے موقف کی حامی تھی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ "سیر أعلام النبلاء" میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا" وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں :

قلتُ : هذا يدل على تصويب عبد الله بن عمرو للحسين في مسيره وهو رأى ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة[1]

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی مہم پر جانے کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام کی اس جماعت کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصریحات اس بارے میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ "البدایۃ والنہایہ" میں لکھتے ہیں :

بل الناس إنما ميلهم إلى الحسين لانه السيد الكبير وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس على وجه الأرض يومئذ أحد يساميه ولا يساويه ولكن الدولة اليزيدية كانت كلها تناويه[2]

بلکہ سب لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہ سید کبیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو ان کے مماثل و مساوی ہو لیکن یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی۔

یہاں "الناس" کا لفظ قابلِ غور ہے کہ جس میں یزیدی ارکانِ سلطنت کے علاوہ اس عہد کے سارے ہی حضرات آجاتے ہیں اس لیے یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ رافضی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیش کیا کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ اس وقت صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا مگر کسی ایک صحابیؓ نے بھی اس وقت ان کا ساتھ نہ دیا۔

---

[1] ج ۳ ص ۱۹۷ - مطبوعہ مصر

[2] ج ۸ ص ۱۵۱

آخر نہایت بے کسی کی حالت میں عین حرم نبوی میں گھر کے اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ سے نکلتے وقت یہ کس کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں آپ کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں شہید کر ڈالا جائے گا۔

صحابی رسول کا معرکۂ کربلا میں شہید ہونا

پھر بھی حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ ہی کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری "التاریخ الکبیر" میں فرماتے ہیں:

انس بن الحارث قتل مع الحسين بن علي سمع النبي صلى الله عليه وسلم[1]	انس بن الحارث یہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے

احادیث کی رُو سے حضرت حسینؓ کے موقف کی صحت

حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی اس کا متن یہ ہے:

ان ابني يعني الحسين - يقتل بارض يقال لها كربلاء فمن شهد منكم ذلك فلينصره ۔	میرا بیٹا حسین مقام کربلا میں قتل کیا جائے گا تم میں سے جو کوئی اس موقع پر موجود ہو اس کی مدد کرے۔

اسی حدیث کی بنا پر یہ صحابی معرکۂ کربلا میں آپ کے ساتھ رہے۔ اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں امام بغوی کی "معجم الصحابہ" کے حوالہ سے بسند نقل کیا ہے۔[2]

اس روایت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی اور جیسا کہ سابق میں بھی گزرا حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امت کے "نجباء ورقباء" میں سے تھے اور اس منصب کی ذمہ داری تھی کہ امت میں جب بھی کوئی خرابی پیدا ہو اس کا بروقت تدارک کریں خواہ اس

---

[1] قسم ثانی ج ۱ ص ۳۰ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن

[2] ج ۸ ص ۱۹۹

سلسلہ میں جاہ کی قربانی دینی پڑے یا جان کی یا جان ومال دونوں کی۔ اس لیے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اصلاحِ امت کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا وہ عین رضائے الٰہی اور شریعت کے مطابق تھا اور حدیثِ نبوی سے ثابت ہے کہ ان ہرسہ حضرات کا جنگ وصلح کے بارے میں جو اقدام بھی ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے عین مطابق ہوگا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

عن زید بن أرقم أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعلی وفاطمة والحسن والحسین أنا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم [1]	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا "جو ان سے لڑے میری اُن سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے میری اُن سے صلح ہے"

اور "سنن ابن ماجہ" میں یہ روایت حضرت زید بن ارقمؓ سے "باب فضائل الحسن والحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم" کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی وفاطمة والحسن والحسین أنا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جن سے تم صلح کرو میری ان سے صلح ہے اور جن سے تمہاری لڑائی ہو ان سے میری لڑائی ہے۔

"جامع ترمذی" اور "سنن ابن ماجہ" کے علاوہ "صحیح ابن حبان" میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ کی یہ روایت موجود ہے [2] اور "مسند احمد" میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں آئی ہے:

عن ابی هریرة قال نظر النبی صلی الله علیه وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی، و حسن، وحسین وفاطمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا

---

[1] رواہ الترمذی مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰

[2] ملاحظہ ہو موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان" باب فضل اہل البیت

الى علي والحسن والحسين وفاطمة فقال أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم[1]	” جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے“

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کو خطا کہنا بہت بڑی خطا ہے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماعِ امت مذموم ہے

اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذموم حرکت ہے کہ جس کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے

چنانچہ محدث ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح ”مرقاۃ“ میں لکھتے ہیں:

ففضل أهل البيت وذم من حاربهم أمر مجمع عليه عند علماء أهل السنة وأكابر أئمة الأمة[2]	اہل بیت کی فضیلت اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مذمت علماء اہل سنت اور اکابر ائمہ امت کے نزدیک متفق علیہ ہے

یزید کے بارے میں اُس کے بیٹے کی شہادت

یزید کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود اُس کے گھر والوں کی موجود ہے۔ حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صالح ہو۔ اب دیکھیے معاویہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہ سعادت مند بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برسرِ منبر اپنے باپ یزید کے بارے میں جو اظہارِ خیال کیا وہ یہ ہے:

قلد أبي الأمر وكان غير أهله ونازع ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه وصار في قبره رهينا بذنوبه ثم بكى وقال ان من أعظم الأمور	میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے

---

[1] مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲

[2] ج ۱۱ ص ۳۸۷

علینا علمنا السوء مصرعه وبئس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلی الله علیه وسلم وأباح الخمر وخرب الکعبة ولم أذق حلاوة الخلافة فلا أتقلد مرارتها فشأنکم وأمرکم والله لئن کانت الدنیا خیرًا فقد نلنا منها حظًا ولئن کانت شرًا فکفی ذریة أبي سفیان ما أصابوا منها۔[1]

پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ) اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا۔ شراب کو مباح کیا۔ بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت

اور یزید کے خاص الخاص شریکِ کار اس کے برادرِ عمزاد (بشرطیکہ استلحاقِ زیاد صحیح ہو) عبیداللہ بن زیاد کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن کو امام اہل السنۃ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ بسندِ ذیل نقل فرمایا ہے:

حدثنا ابن حمید قال: حدثنا جریر عن مغیرة قال: کتب یزید إلی ابن مرجانة ان اغز ابن الزبیر فقال، لاأجمعهما للفاسق أبدًا أقتل ابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم واغزو البیت، وقال، وکانت

یزید نے ابن مرجانہ (عبیداللہ بن زیاد) کو لکھا کہ جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں برائیاں اپنے نامۂ اعمال میں کبھی جمع نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکا اب خانہ کعبہ پر بھی چڑھائی کر دوں،

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر

أمه مرجانة امرأة صدق فقالت لعبيد الله حين قتل الحسين عليه السلام ويلك ماذا اصنعت وماذا ركبت۔[1]

غیرہ کا بیان ہے کہ مرجانہ اس کی ماں بھلی عورت تھی۔ جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے

اس لیے علماء اہل سنت والجماعہ میں جو حضراتِ اکابر یزید علیہ ما یستحقہ پر لعن طعن یا اس کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں وہ بلا وجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس بارے میں دو رائے نہیں ہیں اور کسی ناصبی کی بات اس سلسلہ میں درخورِ اعتنا نہیں البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ امام صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی نے کیا خوب لکھا ہے:

وأما يزيد بن معاوية كان ظالماً ولكن هل كان كافراً تكلم الناس فيه بعضهم كفروه لما حكي عنه من اسباب الكفر وبعضهم لم يكفروه وقالوا لم يصح منه تلك الاسباب ولا حاجة بأحد إلى معرفة حاله فان الله تعالى أغنانا عن ذلك۔[2]

رہا یزید بن معاویہ، وہ ظالم تھا لیکن آیا کافر بھی تھا یا نہیں اس بارے میں علماء میں گفتگو ہے بعض اس کو کافر بتلاتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں وہ باتیں کہی جاتی ہیں جو کفر کا سبب بن سکتی ہیں اور بعض اس کی تکفیر نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ باتیں صحیح نہیں اور کسی کو اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس سے مستغنی فرما دیا۔

بہرحال اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس کی تکفیر سے گریز کیا جائے مگر بہرصورت اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ"

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۳ - ۴۸۴

[2] اصول الدین ص ۹۸۔ طبع مصر

میں بصراحت لکھا ہے:

وعلى القول بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير جائر[۱]

اور اس کو مسلمان کہنے کے با وجود (یہ حقیقت ہے) کہ وہ فاسق تھا، شریر تھا، نشہ کا متوالا تھا ظالم تھا

یزید کی حمایت میں سرگرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استخفاف کرنا ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی وقعت گرانا ایسی بیہودہ حرکت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

شہادتِ حسین پر حضور علیہ السلام کا قلق

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملک القطر (بارش کا فرشتہ) کے ذریعہ اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہو چکی تھی جس سے آپ کو سخت رنج و اضطراب ہوا تھا اور بعد وفات بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت پر آپ کے رنج و قلق اور سخت پریشانی و اضطراب کا ذکر احادیث میں وارد ہے۔ چنانچہ:

عن ام الفضل بنت الحارث أنها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إني رأيتُ حلماً منكرًا الليلة قال وما هو؟ قالت إنه شديد قال وما هو؟ قالت رأيتُ كأنّ قطعة من جسدك قطعت ووضعت في حجري فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت خيرا تلد فاطمة ان شاء الله

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک بُرا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیا؟ عرض کیا بہت ہی سخت ہے (بیان سے باہر ہے) آپ نے پھر فرمایا کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا میں نے دیکھا کہ گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمہ کے لڑکا پیدا ہو گا اور وہ بچہ تمہاری گود میں رہے گا

---

[۱] ص ۱۳۲

غلاما يكون في حجرك فولدت فاطمة الحسين فكان في حجري كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخلت يوما على رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته في حجره ثم كانت مني التفاتة فاذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان الدموع قالت فقلت يا نبي الله بأبي أنت وأمي مالك قال أتاني جبريل عليه السلام فأخبرني ان أمتي ستقتل ابني هذا فقلت هذا ، قال نعم واتاني بتربة من تربته حمراء

(چنانچہ ایسا ہی ہوا) حضرت فاطمہ کے یہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور وہ جیسا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا میری گود میں آئے پھر ایک روز میں ان کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئی اور ان کو آپ کی آغوش میں دے دیا اسی اثنا میں میری توجہ ذرا دیر کے لیے دوسری طرف ہوئی تو (کیا دیکھتی ہوں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر نثار آپ کو کیا ہو گیا، فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دے گی میں نے عرض کیا، ان کو، فرمایا ہاں! اور مجھے ان کے مقتل کی سرخ ریت بھی لا کر دی ہے۔

واضح رہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بڑی قدیم الاسلام صحابیہ ہیں صاحب مشکوٰۃ نے "اسماء رجال مشکوٰۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ مشرف باسلام ہو گئی تھیں ۔

وعن ابن عباس انه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائم ذات يوم بنصف النهار

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے ہیں چہرہ مبارک

. أشعث أغبر بيده قارورة فيها دم فقلت بأبي أنت وأمي ما هٰذا؟ قال هٰذا دم الحسين وأصحابه وأنا لم أزل ألتقطه منذ اليوم فاحصي ذلك الوقت فأجد قتل ذلك الوقت.

رواهما البيهقي في دلائل النبوة واحمد الاخيرة[1]

غبار آلود ہے اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی کی بوتل ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیا حالت ہے؟ یہ بوتل کیسی ہے، فرمایا یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے جس کو آج دن نکلے سے سمیٹ رہا ہوں۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ اس وقت کا میں حساب لگاتا ہوں تو یہ وہی وقت تھا جس وقت ان کو شہید کیا تھا ام الفضل اور ابن عباس دونوں کی روایتوں کو بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں روایت کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے اپنی "مسند" میں اخیر کی روایت نقل کی ہے۔

وعن سلمى قالت دخلتُ على أُمّ سلمة وهي تبكي فقلتُ ما يبكيكِ؟ قالتْ رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم تعني في المنام وعلى رأسه ولحيته التراب، فقلتُ مالك يا رسول الله؟ قال شهدتُ قتل الحسين أنفاً رواه الترمذي وقال هٰذا حديث غريب[2]۔

اور حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی تھیں میں نے عرض کیا آپ کیوں روتی ہیں فرمانے لگیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کی ریش اور سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوگیا فرمایا میں نے ابھی ابھی حسین کو قتل ہونے دیکھا ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۷۲ ج ۲

[2] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰

اب غور فرمائیں کہ احادیث کیا بتاتی ہیں مگر ناصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شماتت پر خوش اور مسرور ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طنز و طعن اور ان کا استخفاف ان کا شیوہ ہے۔

شہادتِ حسینؓ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا بیان

حافظ ابن تیمیہؒ نے خوب لکھا ہے

والحسين رضي الله عنه أكرمه الله تعالى بالشهادة في هذا اليوم وأهان بذلك من قتله أو أعان على قتله أو رضي بقتله. وله أسوة حسنة بمن سبقه من الشهداء فانه وأخوه سيدا شباب أهل الجنة وكان قد تربيا في عز الإسلام لم ينالا من الهجرة والجهاد والصبر على الأذى في الله ما ناله أهل بيته، فأكرمهما الله تعالى بالشهادة تكميلاً لكرامتهما ورفعاً لدرجاتهما وقتله مصيبة عظيمة۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے اس دن شہادت سے معزز و مکرم فرمایا اور اس نے جس نے بھی ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں اعانت کی یا ان کے قتل سے راضی ہوا اس کی اہانت فرمائی۔ حضرت تو اگلے شہداء کا اچھا نمونہ تھے کیونکہ بلاشبہ حضرت حسین اور ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں ان دونوں حضرات کی نشوونما چونکہ اس عہد میں ہوئی تھی جبکہ اسلام کا غلبہ تھا اس لئے دوسرے بزرگانِ اہل بیت کی طرح ان دونوں کو ہجرت جہاد اور راہِ خدا میں اذیت پر صبر کا وہ موقع نہ مل سکا جو ان حضرات کو ملا تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو بھی مرتبہ شہادت پر فائز فرما کر معزز فرمایا تاکہ ان کے اعزاز و تکریم کی تکمیل ہو اور ان کے درجات بلند ہو جائیں۔ حضرت حسینؓ کی شہادت بڑی عظیم مصیبت ہے۔

حضرت حسینؓ سے حضور علیہ السلام کا محبت کرنا اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا احترام کرنا

یہ ناصبی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا قدر کر سکتے ہیں ان کی قدر

---

[1] مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۵۱۱ - مطبوعہ ریاض ۱۳۸۱ھ

تو حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل سے کوئی پوچھے۔ حافظ ابن کثیرؒ

” البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں

وقد أدرك الحسين من حياة النبي صلى الله عليه وسلم خمس سنين أو نحوها و روى عنه أحاديث .... وسنذكر ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرمهما به وما كان يظهر محبتهما و الحنو عليهما والمقصود أن الحسين عاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم وصحبه إلى أن توفي وهو عنه راضٍ ولكنه كان صغيرًا ثم كان الصديق يكرمه ويعظمه وكذلك عمر وعثمان وصحب أباهُ وروى عنه وكان معه في مغازيه كلها في الجمل وصفين وكان معظمًا موقرًا ولم يزل في طاعة

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ پائے اور آپ سے حدیثیں روایت کیں...... اور ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں کے بارے میں کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور مقصود تو یہ بتانا ہے کہ حضرت حسین رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ مبارک پایا تھا اور وفاتِ نبوی تک آپ کی صحبت اٹھائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ حضرت حسین سے خوش ہو کر گئے تھے لیکن ابھی یہ کم سن تھے پھر حضرت ابوبکر صدیق اور اسی طرح حضرت عم و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا اکرام و تعظیم فرماتے رہے حضرت حسین رضؓ برابر اپنے والدِ بزرگوار کے ساتھ رہے ان سے حدیثیں بھی روایت کیں اور تمام غزواتِ حیدری میں جن میں جمل و صفین بھی شامل ہیں حضرت علیؓ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے

آبیہ حتی قتل ؓ

یہ ہر زمانے میں معظم و موقر تھے اور برابر اپنے والد ماجد کی اطاعت میں سرگرم رہے تا آنکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی ۔

اس لیے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا حد درجہ گستاخی و خیرہ چشمی ہے اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ۔

یاد رہے کہ یزید کی مذمت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں بعض میں صراحت کے ساتھ اس کا نام لے کر مذمت آئی ہے اور بعض میں اس کے عہد نحوست مہد کی نشاندہی کی گئی ہے اور بعض میں اس کی حرکاتِ شنیعہ پر نکیر ہے اور بعض میں اس کے افعالِ قبیحہ پر لعنت کی تصریح ہے۔ ان میں سے بعض حدیثوں کا ذکر سابق میں ہو بھی چکا ہے۔ ان احادیث کی تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل رسالہ میں قلم بند کریں گے۔ واللہ الموفق ۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے

اور یہ جو مستفتی نے لکھا ہے کہ "اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۲ر محرم ۱۴۰۸ھ میں دار العلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے"؟

تو الحمد للہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا دار العلوم بھی موجود ہے اور وہاں کا دار الافتاء بھی، وہاں سے دریافت کیا جا سکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان بارہ سوالات مذکورہ کی تائید و تصحیح حضرت مفتی صاحب مرحوم کے قلم سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا رسالہ "شہید کربلا" کہیں چھپا نہیں۔ چھپا ہوا موجود ہے پڑھ کر دیکھ لیجئے اس رسالہ کے مطالعہ سے ان سوالات کی تردید ہوتی ہے یا تائید؟

یزید کے بارے میں مفتی صاحبؒ کے اکابر کی تصریحات

بہر حال مفتی صاحبؒ کا انتساب علماء دیوبند کی طرف ہے، وہ وطناً، تلمذاً، مشرباً، مسلکاً دیوبندی ہی ہیں۔ اکابر علماء دیوبند جن حضرات علماء کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتے ہیں ان میں شیخ اجل عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے خلف رشید شاہ عبد العزیز صاحب محدث کی تصریحات یزید کے بارے میں ان اوراق میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں ۔

لعین یزید کے بارے میں مجدد الف ثانیؒ کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے معاصر اور شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے اکابر میں ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کے مکتوبات شریفہ میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہ ہے:

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است، توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نکردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بود کابی لہب الجہنمی وامرأتہ، نہ آنکہ او شایانِ لعنت نیست۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[1]	یزید بد نصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل سنت کے اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ کسی شخص معین پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کی تجویز نہیں کیا کرتے الا یہ کہ بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابولہب جہنمی اور اس کی بیوی تھی۔ یزید پر لعنت کرنے سے توقف کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں۔ ارشاد باری ہے کہ "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا میں بھی لعنت کی اور آخرت میں بھی"

مکتوبات کے ایک دوسرے نسخے میں "از زمرۂ فسقہ" کی بجائے "از مردۂ فسقہ" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہوئے "یزید سرکش فاسقوں میں سے ہے" اور اسی مکتوب میں سائل کے اس جواب میں کہ:

اگر او مستحق لعنت است (الخ)[2]	اگر وہ (جس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے) مستحق لعنت ہے۔
اگر این سخن درباب یزید می گفت گنجائش داشت۔	اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جاتی تو اس کی گنجائش تھی

اور "دفتر اول" کے مکتوب (۲۶۶) میں فرماتے ہیں:

این منکر ترین یزید بے دولت	یہ فضیلت شیخین کا منکر یزید بد نصیب کا

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۵۱ حصہ چہارم ص ۷۰ طبع مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۹ھ

است کہ بواسطہ احتیاط در لعن او توقف کردہ اند ایذائیکہ بحضرت پیغمبر از راہ ایذاء خلفائے راشدین او میرسد در رنگ ایذائے است کہ از راہ ایذائے امامینؓ بہ او میرسد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔[1]

ساتھی ہے کہ احتیاط کے خیال سے اس پر لعنت کرنے سے رکتے ہیں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذا آپ کے خلفائے راشدین کی ایذا رسانی کے سبب ہوتی ہے وہ اسی رنگ کی ایذا ہے کہ جو حضرات امامین حسنینؓ کی ایذا رسانی کی بنا پر آپ کو ہوتی ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں

اور علامہ بحر العلوم لکھنوی علیہ الرحمۃ "فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت" میں ارقام فرماتے ہیں:

و یزید ابنه مع انه كان من أخبث الفساق و كان بعيداً بمراحل من الامامة بل الشك في ايمانه خذله الله تعالى۔ والصنيعات التي صنعها معروفة من انواع الخبائث[2]

اور ان کا بیٹا یزید اگرچہ فاسقوں میں بڑا اخبث تھا اور منصبِ خلافت سے بمراحل (کوسوں) دور تھا بلکہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے، اور جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کی ہیں سب جانی پہچانی ہیں۔

اور حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ اپنے "مکتوبات" میں فرماتے ہیں

رفیق من از جنودِ حسین بن علی است و رفیقِ مخالفِ من از زمرہ یزیدِ شقی[3]

میرا رفیق حضرت حسین بن علیؓ کی سپاہ میں داخل ہے اور میرے مخالف کا رفیق یزید شقی کے زمرہ میں۔

---

[1] حصۂ چہارم ص ۱۳۰ ۔ [2] ج ۲ ۔ ص ۲۲۳ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

[3] ملاحظہ ہو مکتوبات سید احمد شہیدؒ ص ۱۳۹ شائع کردہ کتب خانہ رشیدیہ لاہور ۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

بلا ریب مشارکِ ما یا غازی است	بلاشبہ ہمارا شریک یا غازی ہے
یا شہید و مقابلِ ما یا ابوجہل است	یا شہید اور ہمارا مقابل ابوجہل
یا یزید[۱]	ہے یا یزید۔

ہندوستان کے اکابر علما جب یزید کا نام لیتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ پلید کا لفظ بڑھا دیتے ہیں۔ یا یوں لکھتے ہیں: "یزید علیہ ما ہو اہلہ"[۲] یا "یزید علیہ ما یستحقہ"[۳] اور یزید بن معاویہ علیہ من اللہ ما یستحقہ[۴] یعنی یزید کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے یوں لکھا کرتے ہیں کہ یزید جس معاملہ کا مستحق ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو۔

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرشد و شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتاویٰ یزید کے بارے میں "امداد الفتاویٰ" میں طبع شدہ موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے وہ یزید کو فاسق ہی بتاتے ہیں۔[۵]

غیر مقلد مفتیوں کے فتویٰ کی تنقیح مطبوعہ استفتاء جو "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب" کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فتوی کے بعد غیر مقلدین کے دو مفتیوں کا فتویٰ بھی یزید کے بارے میں ان الفاظ میں درج ہے۔

---

[۱] ورق ۱۵۱۔ ان دونوں حوالوں کے بارے میں ہم مولانا سید لعل شاہ بخاری عم فیوضہم کے ممنون ہیں۔ [۲] تیسیر القاری ج ۶ ص ۲۹۹ [۳] تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۵۶۔

[۴] تاج العروس، مادہ حرہ [۵] ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۵

"الجواب۔ امیر یزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالجات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکورہ سوال بین طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیشگوئی میں اس کو مغفور فرمائیں یہ کافر فاسق و فاجر کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے۔ ایسے خیالات و نظریات بابت یزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے نماز کی ممانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب۔"

مفتیان بالا کی رائے صحیح ہے

ابو الفضل عبد الحنان

۲۵ مے ۳۱ء

مولانا
محمد یوسف خاں
مفتی پاکستان کراچی
کلکتہ والے

نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں

"صحیح بخاری کی حدیث پر تو تفصیلی بحث گذر چکی، اور ان دونوں مفتیوں کا غیر مقلدین میں جو مقام ہے وہ جانیں، ہندوستان میں نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم سے بڑھ کر اہل حدیث میں کوئی کثیر التصانیف نہیں گزرا۔ ان کا جو فیصلہ یزید کے بارے میں ہے وہ ہم اُن کی کتاب "بغیۃ الرائد فی شرح العقائد" سے جو "عقائد نسفیہ" کی شرح ہے۔ پیش کئے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا تعلق علم عقائد سے ہے اس لئے اہل حدیث حضرات کو یزید کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہئے

نواب صاحب اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

و بعضے براہ غلو و افراط در شان وے روند و گویند امارت او باتفاق مسلمانان شد و طاعت وے بر امام حسین رضی اللہ عنہ واجب بود، و بخدا پناہ ازیں قول و اعتقاد کہ وے با وجود امام حسین امام و امیر شود، و اتفاق مسلمانان کجا است، بجمعے از صحابہ و اولاد ایشان کہ در زمان آں پلید بودند انکارش کردند و از طاعت او بیروں رفتند۔ و بعضے از اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع بیعت کردند،

اور بعض لوگ یزید کے بارے میں غلو و افراط کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اس کو مسلمانوں نے بالاتفاق امیر بنایا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی۔ اس بات کے زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ کی پناہ کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے امام اور امیر ہو اور مسلمانوں کا اتفاق کیسا۔ صحابہ کی ایک جماعت اور ان کی اولاد کہ جو اس پلید کے زمانہ میں تھی ان سب نے اس کا انکار کیا اور اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے بعض حضرات کو جب اس کے حال کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ ڈالی۔

و وے تارک صلوٰۃ و شارب خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم بود، و بعضے بروے اطلاق لعن کردہ مثل امام احمد و امثال ایشان، و ابن جوزی لعن وے از سلف نقل نمودہ زیرا کہ وے وقت امر بقتل حسین کافر شد و کسے کہ قتل

اور وہ تو تارک صلوٰۃ، شراب خوار، زانی، فاسق اور محرمات کا حلال کرنے والا تھا۔ اور بعض علما جیسے کہ امام احمد اور ان جیسے دوسرے بزرگ ہیں اس پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ حافظ ابن جوزی نے سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے۔ کیونکہ جس وقت اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت ممدوح کو قتل کیا

وے کرد یا امر بدان نمود بر جواز لعن وے اتفاق کردہ اند تفتازانی گفتہ حق آنست کہ رضائے یزید بقتل حسین و استبشار وے بدان و اہانت نمودن اہلِ بیت متواتر المعنی است اگرچہ تفاصیلش آحاد باشد فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ و اعوانہ انتہی و بالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد اکثر مردم و کارہائے کہ آن بے سعادت درین امت کردہ از دست ہیچ کس ہرگز نیاید۔

یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز پر اتفاق ہے۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ قتل حسین پر یزید کی رضا مندی اور اس پر اس کا خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا یہ متواتر المعنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد سے ہو لہٰذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس بارے میں اس کے اعوان و انصار پر بھی"۔ (تفتازانی کا کلام یہاں ختم ہو گیا) بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو برے کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کئے ہیں وہ ہرگز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔

بعد قتل امام حسین لشکر بتخریب مدینہ منورہ فرستاد و بقیہ صحابہ و تابعین را امر بقتل کرد و بالحاد در حرم مکہ و قتل عبد اللہ بن الزبیر پرداخت و ہم درین حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او کجا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس نے مدینہ منورہ کی تخریب کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر حرم مکہ کی عزت کو پامال کرنے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔ اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا سے چل بسا اب اس کے توبہ کرنے اور پلٹنے کا

است[1] احتمال ہی کہاں رہا۔

علامہ مقبلی کی رائے یزید کے بارے میں

اور علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کیا ٹی نزیل مکہ جن کے مجتہد ہونے کی قاضی شوکانی نے "البدر الطالع" میں تصریح کی ہے اپنی کتاب "العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی الآباء والمشائخ" میں رقمطراز ہیں۔

واعجب من ذلك من يحسن ليزيد المريد[2] الذي فعل بخيار الامة ما فعل، وهتك مدينة الرسول صلى الله عليه وآله وسلم وقتل الحسين السبط واهل بيته وهتكهم وفعل مالو استمكن من مثل فعله عدوهم من النصارى ما كان ارفق منه	اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید مرید[3] کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔ (یہ یزید وہی تو ہے) جس نے بزرگانِ امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو خاک میں ملایا، سبط پیمبر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہلِ بیت کو شہید کیا اور ان کی بے عزتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنانِ اسلام نصاریٰ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم ہی ہوتا۔
ومن جملة المحسنين له حجة الاسلام الغزالي ولكنه في تصرفاته كلها كحاطب	اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں حجۃ الاسلام غزالی بھی ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام کارگزاریوں میں حاطب اللیل (رات کے اندھیرے میں

---

[1] ص ۶۳۔ طبع مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۸۸ھ

[2] مطبوعہ نسخہ میں المومنین کے بجائے المرید ہے۔ [3] "مرید" کے معنی سرکش کے ہیں۔

ليل يجمع فى حطبه الحية والعقرب ولا يدرى۔

وما يهون صنع يزيد الا مخذول ادركته الشقاوة فى مشاركته بطوامه المرديات فاياك والتفريط والافراط، ولكن الصبر عنهما كالقبض على الجمر سيما مع تراكم الجهل كزمننا هذا، نسأل الله العافية والسلامة آمين

ومن غريب الفقه ما ذكره ابن حجر الهيتمى فى صواعقه أنه لا يجوز لعن يزيد وان كان يجوز بالاجماع لعن من شرب الخمر ومن قطع الارحام ومن هتك مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم ومن قتل الحسين او امر بقتله او رضى بقتله۔ قال واما يزيد

لکڑیاں جمع کرنے والے) کی طرح ہیں کہ جو اپنی لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الٰہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے گھیر لیا ہو اس طرح وہ بھی اس کے مہلک کرتوتوں میں اس کا شریک بن گیا۔ لہٰذا تمہیں تفریط و افراط سے بچنا چاہئے۔ لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا ایسا ہی ہے جیسے انگارے کو مٹھی میں پکڑ لینا خصوصاً جبکہ جہالت امڈی چلی آتی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ آمین

اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو میخوار ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہو اور جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے۔ اور جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل سے راضی ہو، فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت نہیں

بعينه فلانا كان قد فعل هذه الأشياء فهو فاسق قطعًا. ونحن في فقههم نحو كلامه أعني أنه لا يجوز لعن المعين فهي كلية فيقال لهم قياس الدلالة على فقهكم هذا: أن لا يحد شارب الخمر المعين والزاني المعين إلى غير ذلك في جميع احكام الشريعة لأن الطريقة واحدة فطاح أيضًا منطقكم لأن هذا الشكل الأول الضروري خالفتموه فأي برهان يقام بعده وصورته:

هذا يزيد شرب الخمر وشارب الخمر ملعون هذا يزيد ملعون۔

ولو قالوا ينبغي تحامي ذلك من باب قوله صلى الله عليه وآله وسلم "ليس المؤمن باللعان" لكان فيه مندوحة للمتقين والله أعلم

(ص ۳۰۰ طبع مصر ۱۳۲۵ھ)

کر سکتے۔ اگرچہ اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا اور جیسا کہ ان کا بیان ہے ایسا کلام ہم ان کی فقہ میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں یہ ان کا کلیہ ہے۔ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں تو قیاس الدلالۃ کی بنا پر یوں ہونا چاہیے تھا کہ نہ کسی معین شرابخور پر حد لگائی جاتی اور نہ کسی معین زانی پر، اور اسی طرح اور سارے احکام شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے۔

اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی، کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو بدیہی الانتاج ہے مخالفت کر رہے ہو۔ لہٰذا اس کے بعد اور کونسی دلیل تمہارے سامنے ٹھیر سکتی ہے۔ کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے (۱) یہ ہے یزید جس نے شراب پی ہے اور (۲) شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (۳) لہٰذا یہ یزید ملعون ہے۔

ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "مومن لعنت کا ڈھیر نہیں لگایا کرتا" تو بیشک اس صورت میں اہل تقویٰ کے لئے اس سے بچنے کی گنجائش ہوتی، واللہ اعلم

اب نواب صدیق حسن خاں اور علامہ مقبلی کے مقابلہ میں ان دونوں نام نہاد غیر معروف مفتیوں کے فتوی کی جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث

اور "صحیح بخاری" کی اس حدیث کے بارے میں جو استفتاء میں مذکور ہے ان غیر مقلد مفتیوں کا یہ کہنا کہ

> "حدیث مذکور در سوال بیّن طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے، پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں"؟

اور پھر مکرر اس بات پر زور دینا اور یہ کہے جانا کہ

> "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پیش گوئی میں اس کو مغفور فرمائیں"۔

اور اسی طرح مولوی محمد صابر نائب مفتی کا یہ لکھنا کہ

> "امیر یزید . . . . از روے حدیث بخاری شریف مغفور لہم میں داخل ہیں"۔

محض غلط ہے۔ اگر یہ لوگ خود تحقیق کرتے یا محققین اہلِ علم سے دریافت کرتے تو ہرگز ایسی شدید غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق ایک غلط بات کو منسوب کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

غور فرمایئے "صحیح بخاری" کی جو حدیث استفتاء میں درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔	میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر جنگ کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے۔

اس کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں تفصیل سے یہ بحث گزر چکی ہے کہ

یزید کی نیت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ تو زبردستی باپ کے دباؤ کی وجہ سے غازیان روم میں شامل ہو گیا تھا ورنہ اسے جہاد کفار سے کیا سروکار۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ یزید نے جیسے ہی تختِ حکومت پر قدم رکھا اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور سرمائی جہاد کی معطلی کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرہ ارواد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ۵۳ھ میں جزیرہ "روڈس" فتح ہوا اور وہاں مسلمانوں کی فوجی چھاونی قائم کردی گئی۔ اس چھاونی کی وجہ سے بحرِ روم میں عیسائی فوجوں کی نقل و حرکت خطرہ میں پڑ گئی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مجاہدینِ اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہر وقت ان کی مدد پر کمربستہ رہتے تھے مگر ان کے نالائق بیٹے نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرہ سے منتقل کے فوری احکام بھیجے آخر وہ بیچارے پیچھے سے رسد اور کمک کے منقطع ہو جانے کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق "روڈس" کو خالی کر کے اپنی زمین جائداد، کھیت اور باغات کو خیرباد کہہ کر بادلِ ناخواستہ وہاں سے چلے آئے اور یوں بغیر لڑے بھڑے مفت میں یہ مسلمانوں کا مفتوحہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آ گیا[1]

اسی طرح ۵۳ھ ہجری میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ "ارواد" فتح کیا تھا۔ وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے دورِ حکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں سے واپسی کا حکم دے کر بلوا لیا۔[2]

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بند کر دی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ از ابن کثیر بسلسلہ واقعات و حوادث ۵۳ھ ہجری۔

[2] تاریخ طبری بضمن واقعات ۵۳ھ ہجری۔

اپنا قبضہ کیسے برقرار رکھ سکتا تھا۔

اس امر پر بھی بحث ہو چکی ہے کہ اس حدیث میں مغفرت سے "مغفرت عام" مراد نہیں ہے۔ کہ سارے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا پروانہ مل گیا ہو، بلکہ تمام اعمال صالحہ میں جہاں مغفرت کا ذکر آتا ہے وہاں بالاتفاق سابقہ گناہوں کی مغفرت مراد ہوتی ہے اور وہ بھی عام طور پر صغائر کی مغفرت، کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ بغیر توبہ کے معافی لازمی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت پر معاملہ موقوف رہتا ہے کہ وہ رب کریم چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے اور چاہے تو ازراہِ عدل اس گناہ کی پاداش میں عذاب فرمائے۔

"مدینہ قیصر" سے کیا مراد ہے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" کے جو الفاظ ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔ "مدینہ قیصر" یعنی شہر قیصر کی تعیین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس شہر سے کونسا شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کی تعیین میں تین شہروں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) "مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زبان رسالت سے یہ الفاظ وا ہو رہے تھے۔ یعنی "حمص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے۔ اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے س۱۶ھ ہجری میں عہد فاروقی ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ سابق میں گزر چکا ہے۔ کہ بعض علماء نے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے "حمص" ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر "رومہ" جو قدیم زمانہ سے قیاصرہ روم کا دارالسلطنت چلا آرہا تھا۔ "رومہ" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) شہر "قسطنطنیہ" جو قسطنطین اعظم کا پایہ تخت تھا۔

حدیث "مدینہ قیصر" کا مصداق سلطان محمد فاتح اب اگر "مدینہ قیصر" کو

قسطنطینیہ ہی قرار دینے پر اصرار ہے تو انصاف یہ ہے کہ اس بشارت نبوی کا مصداق یزید پلید نہیں بلکہ سلطان محمد فاتح قسطنطینیہ علیہ الرحمۃ اور ان کی فوج ظفر موج ہے یہی وہ مجاہدین اسلام ہیں جن کی شمشیر خارا شگاف نے عیسائیت کے اس مرکز کو فتح کرکے اس کو قلمرو اسلامی میں داخل کیا۔ اور پھر وہ "بغداد" کے بعد صدیوں تک مسلمانوں کا دار الخلافہ رہا تا آنکہ مصطفےٰ کمال نے اپنی حماقت سے خلافت ہی کے سلسلے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت اور یکجہتی کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا اور اب شاید امام مہدی کے آنے پر ہی خلافت کا دوبارہ قیام عمل میں آئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جن احادیث میں کسی غزوہ پر بشارت آتی ہے اس میں عام طور پر فتح و کامرانی ہی مراد ہوتی ہے اس لئے اس حدیث کے صحیح مصداق اگر "مدینۂ قیصر" سے "قسطنطینیہ" ہی مراد لیا جائے تو فاتحین "قسطنطینیہ" ہی ہو سکتے ہیں۔ بھلا یزید اس بشارت کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ وہ تو قریش کے ان شریر النفس لونڈوں میں سر فہرست ہے جن کے متعلق زبانِ رسالت سے پیش گوئی کی جا چکی ہے کہ امت کی تباہی ان کے ہاتھوں ہونی ہے۔

یزید قسطنطینیہ کی پہلی مہم میں شریک نہ تھا

یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ حدیث میں اول جیش من امتی (میری امت کا پہلا لشکر) کے الفاظ آئے ہیں اور یزید کے زیر کمان جو لشکر "قسطنطینیہ" کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ "قسطنطینیہ" پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا۔ بلکہ اس سے بہت پہلے اسلامی لشکر "قسطنطینیہ" پر جا کر جہاد کر چکے تھے۔ یزید کس سنہ میں "قسطنطینیہ" پر حملہ آور ہوا اس کے بارے میں اگرچہ مورخین کے بیانات مختلف ہیں لیکن سنہ ۴۹ ہجری سے پہلے کوئی مورخ اس واقعہ کو بیان نہیں کرتا۔ ناصبیوں کے

شیخ التاریخ محمود احمد عباسی کا بھی "خلافت معاویہ و یزید" میں یہی بیان ہے وہ لکھتے ہیں۔

> • ۴۹ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے اور خصوصاً بنو کلب جو امیر یزید کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ ان کے علاوہ حجازی و قریشی غازیوں کا بھی دستہ تھا۔ جس میں صحابۂ کرام کی ایک جماعت شامل تھی۔ اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المؤمنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے، یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت مغفرت دی تھی" (ص ۷۳، طبع چہارم)

اگرچہ خود بدولت نے بھی اسی کتاب میں (ص ۷۹ پر) امیر شکیب ارسلان کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" کی تعلیقات سے بحوالہ "طبقات ابن سعد" اس غزوہ کی تاریخ ۵۲ھ ہجری ہی نقل کی ہے۔ بہرحال ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ کی کسی مہم میں یزید کی شرکت ثابت نہیں ہے۔

اور کتب حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۹ھ ہجری سے بہت پہلے غازیانِ اسلام قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ چنانچہ "سنن ابو داؤد" میں مذکور ہے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا	اسلم ابی عمران کا بیان ہے کہ ہم مدینۂ نبوی سے جہاد کے
ابن وهب عن حيوة بن شريح وابن لهيعة	لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت
عن يزيد بن ابى حبيب عن اسلم أبى	امیر جیش حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید رضی
عمران قال غزونا من المدينة نريد	اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے

القسطنطينية وعلى الجماعة
عبد الرحمن بن خالد بن الوليد
والروم ملصقو ظهورهم بحائط
المدينة فحمل رجل على العدو
فقال الناس مه مه لا اله الا
الله يلقي بيديه الى التهلكة
فقال ابو ايوب انما انزلت
هذه الآية فينا معاشر
الانصار لما نصر الله نبيه
صلى الله عليه وسلم واظهر
الاسلام قلنا هلم نقيم في
اموالنا ونصلحها فانزل الله
عز وجل وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى
التَّهْلُكَةِ فالالقاء بايدينا
الى التهلكة ان نقيم في
اموالنا ونصلحها وندع الجهاد
قال ابو عمران فلم يزل
ابو ايوب يجاهد في سبيل الله
عز وجل حتى دفن بالقسطنطينية

پشت لگائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی۔ اسی اثناء میں مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر، ایک شخص نے دشمن (کی فوج) پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہتے رہے "رکو رکو لا الہ الا اللہ یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے" یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں اتری ہے۔ (واقعہ یہ ہے) کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) لہٰذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا تھا۔

ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل راہ خدا میں جہاد ہی کرتے رہے تا آنکہ آپ دفن بھی قسطنطینیہ ہی میں ہوئے۔

(باب في قوله عز وجل وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ)

اور اسی غزوہ کا وہ واقعہ ہے جس کو امام ابو داؤد ہی نے "کتاب السنن" کے "باب فی قتل الاسیر بالنبل" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدثنا سعید بن منصور ثنا عبد اللہ بن وھب قال أخبرنی عمرو بن الحارث عن بکیر بن الأشج عن ابن تعلی قال غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن الولید فأتی بأربعة أعلاج من العدو فأمر بھم فقتلوا صبراً. قال ابو داؤد قال لنا غیر سعید عن ابن وھب فی ھذا الحدیث قال. بالنبل صبراً فبلغ ذلک أبا أیوب الانصاری فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن قتل الصبر فوالذی نفسی بیدہ لو کانت دجاجة ما صبرتھا فبلغ ذلک عبد الرحمن بن خالد بن الولید فأعتق أربع رقاب

ابن تعلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جہاد میں شریک تھے (اسی مہم میں) ان کے سامنے دشمن کے چار ہٹے کٹے شخص پیش کئے گئے۔ جن کے قتل کرنے کا انہوں نے حکم دیا۔ اور تعمیل حکم میں ان کو باندھ کر قتل کروا ڈالا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاذ سعید بن منصور کے علاوہ ایک دوسرے صاحب نے ابن وہب سے اس حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہدف بنایا گیا تھا جب اس امر کی خبر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ اس طرح باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ پس قسم ہے اس ذات عالی کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی مرغی بھی ہو تو میں اس کا اس طرح باندھ کر نشانہ نہ لوں۔ پھر آپ کے اس فرمانے کی اطلاع جب حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے اس کے مقابلہ میں چار غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بعض محدثین نے صغار صحابہ میں ذکر کیا ہے یہ بھی اپنے والد بزرگوار حضرت سیف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شجاع و دلیر تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

اخرج ابن عساکر من طرق کثیرۃ	حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ
انہ کان یؤمر علی غزو	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں ان کو روم سے جو جنگیں
الروم أیام معاویۃ	لڑی جاتی تھیں ان میں امیر بنایا جاتا تھا۔

امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں سنہ ۴۴ھ اور سنہ ۴۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں سنہ ۴۴ھ اور سنہ ۴۶ھ ہجری کے واقعات کے ذیل میں بلاد روم میں ان کی زیر امارت رومیوں سے مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ سنہ ۴۶ھ ہجری ہی میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا یہ اپنے غزوات و جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و بااثر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یزید کو سنہ ۴۹ھ ہجری یا اس کے بھی کئی سال بعد ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں قسطنطنیہ کی مہم پر روانہ ہوا تھا۔ اور یہ اس سے برسوں پہلے قسطنطنیہ کی شہر پناہ پر جنگ کر چکے ہیں۔ سردست ہم "غزوہ قسطنطنیہ" کے سلسلہ میں اسی قدر بحث پر اکتفاء کرتے ہیں۔ زندگی بخیر رہی اور حق تعالیٰ نے توفیق دی تو تفصیلی بحث اس حدیث پر انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری کتاب "یزید کی شکل و صورت حدیثوں کے آئینے میں" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شارح بخاری مہلب المتوفی ۴۳۵ھ جو سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ حدیث بخاری سے یزید کی منقبت نکلتی ہے۔ اندلس میں مالقہ کے قاضی تھے اور اندلس میں اس زمانے میں خلفاء بنی امیہ کا آخری تاجدار ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ فرمانروا تھا۔ انکی موصوف کی یہ ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری (ج ۵ صفحہ ۱۰۱) میں تصریح کی ہے بنی امیہ کی حمایت میں تھی۔

یزید کا عقیدہ و عمل دونوں خراب تھے

خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید علمائے اہل سنت وجماعت کی تحقیق کے مطابق عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا اس کے عقیدہ میں دو خرابیاں تھیں۔ (۱) "ناصبیت" یعنی حضرت علیؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عداوت۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ "از رؤسائے نواصب است[1]"۔

اور مورخِ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویة کان ناصبیاً فظاً غلیظاً جلفاً یتناول المسکر ویفعل المنکر، افتتح دولته بقتل الشهید الحسین رضی الله عنه واختتمها بوقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارك فی عمره وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین رضی الله عنه کأهل المدینة لله[2]

یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سنگدل، بدزبان، غلیظ، جفاکار، مے نوش، بدکار۔ اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین شہید رضی اللہ عنہ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ (کے قتل عام) پر، اسی لیے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی۔ حضرت حسینؓ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف محض للہ فی اللہ خروج کیا جیسے کہ حضرات اہل مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

(۲) "ارجاء" یعنی "ناصبی" ہونے کے ساتھ ساتھ "مرجئی" بھی تھا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح اس کے بارے میں گزر چکی ہے اور "ارجاء" کی تفصیل بھی وہیں مذکور ہے۔ اور رہی اس کی بدعملی سو اس کے اعمالِ قبیحہ اور حرکاتِ شنیعہ کی تفصیل بھی اس مقالہ کے اوراق پر ہیں۔ اب خود ہی سوچ لیجیے کہ ایسے نابکار اور نالائق شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟

حافظ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں

حافظ ابن تیمیہؒ نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ:

واما ترك محبته فلأن المحبة الخاصة انما تكون للنبیین والصدیقین والشهداء والصالحین ولیس واحداً منهم وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم المرء مع من أحب ومن آمن بالله والیوم

یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ محبت خاص تو انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین سے رکھی جاتی ہے اور یزید کا شمار ان میں سے کسی زمرہ میں بھی نہیں۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "انسان کا حشر ان ہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے محبت ہو گی"۔ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان

---

[1] مکتوب قاسمی دربارہ شہادت حسین۔ طبع ملتان ص ۳۹

[2] الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ج ۲ ص ۳۶۔ طبع منیریہ مصر

الآخر لا يختار أن يكون مع يزيد ولا مع أمثاله من الملوك الذين ليسوا بعادلين[1]۔	رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کریگا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔

روافض ونواصب دونوں راہِ ہدایت سے دور ہیں اخیر میں ہم اتنا اور عرض کریں گے کہ احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو "نجومِ ہدایت" بتایا گیا ہے ارشاد ہے:

أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم۔ رواه رزين[2]۔	میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ اس روایت کو رزین نے نقل کیا ہے۔

اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو "کشتی نوح" سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگا بحرِ ضلالت میں غرق ہونے سے بچے گا۔ ارشاد ہے۔

ألا إن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا، ومن تخلف عنها هلك۔ رواه احمد۔[3]	یاد رکھو میرے اہل بیت کی مثال تمہارے لیے ایسی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

مطلب صاف ہے جو لوگ "سفینۂ اہل بیت" سے دور رہے جیسے خوارج اور نواصب کہ "اہل بیت" کے دشمن ہیں، ان کو کافر کہتے اور ان سے بغض وعناد رکھتے ہیں وہ اول ہی میں غرقِ دریائے ضلالت ہوئے اور جو کشتی میں تو سوار ہوئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضیا پاشی سے کہ "نجومِ ہدایت" ہیں انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی۔ جیسے روافض ہیں تو اندھیرے اور تاریکی کی وجہ سے عین منجدھار میں جا کر ان کی کشتی بحرِ ضلالت میں غرقاب ہوئی اور اہل سنت وجماعت امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں:

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۴، ص ۴۸۳ ۔ [2] مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث

[3] باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفصل الثالث (مشکوٰۃ)

نحن معاشر أهل السنة بحمد الله ركبنا سفينة محبة أهل البيت واهتدينا بنجم هدى أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فنرجو النجاة من أهوال القيامة ودركات الجحيم والهداية إلى ما يوجب درجات الجنان والنعيم المقيم۔

ہم گروہِ ”اہل سنت“ بحمد اللہ محبتِ اہل بیت کے سفینہ میں سوار ہیں اور اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نجمِ ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے امیدوار ہیں کہ قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے طبقات سے ہمیں نجات ملے گی اور وہ ہدایت ہمیں عطا ہوگی جو جنت کے درجات اور دائمی نعمت کو واجب کر دیتی ہے۔

محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں حدیث سفینہ نوح کی تشریح میں امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے یزید پلید نے نہ اہل بیت نبوی کی لاج رکھی نہ صحابہ کرام کی، اس لیے اب جو اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہو کر نواصب کے گروہ شقاوت پژوہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی جان نچھاور کرے اپنا مال نثار کرے اور اس کی مداحی کو اپنا شعار بنائے۔

ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سائل نے استفتاء میں جو بارہ سوالات قائم کیے ہیں وہ سب واہی تباہی شبہات پر مبنی ہیں۔ واقعہ میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تذلیل اور تحمیق و تجہیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اس لیے ایسے امور کو حقائق باور کرنے والا ایک ناصبی، فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے، نہ خطابت کے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے واجب الاعادہ ہے۔ واللہ أعلم بالصواب والحمد لله أولاً وآخراً

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عبد الرشید النعمانی غفر اللہ ذنوبہ

۲۰ ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۲ھ

فہرست مراجع

ا

احکام القرآن - از جصّاص

ص : ۳۶ - ۱۳۰

إحیاء علوم الدین - از غزالی

ص - ۱۲۷ - ۱۶۲

أخبار الدول - از ابو العباس کرمانی

ص - ۱۳۸

الإختیار لتعلیل المختار - ص - ۱۳۰

إرشاد الساری - از علامہ احمد قسطلانی

ص - ۷۱ - ۹۴ - ۱۹۸

إزالۃ الخفاء - فی رد کشف الغطاء -

از مولانا غلام ربانی - ص - ۱۳۸

أسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مدد ھم

از ابن حزم - ص - ۴۲

أسماء رجال مشکوٰۃ - از خطیب تبریزی

ص - ۱۷۷

أشعۃ اللمعات - از شیخ عبد الحق دہلوی

ص - ۱۶۳

الإصابہ فی تمییز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی

ص - ۶۱ - ۱۵۲ - ۱۹۸

أصول الدین - از ابو الیسر بزدوی

ص - ۱۲۵

الأغانی - از ابی الفرج اصبہانی

ص - ۱۰۳

إفادۃ الأخیار ببراءۃ الأبرار -

از محمد عربی تبانی - ص - ۹۹

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی -

از مناظر احسن گیلانی - ص - ۶۱

الإمامۃ والسیاسۃ - ص - ۱۰۳

إمداد الفتاوٰی - ص - ۱۸۴

انساب الأشراف - از بلاذری

ص - ۱۰۳ - ۱۰۸

ب

ألبدایۃ والنہایۃ - از ابن کثیرؒ

ص - ۳۴ - ۳۶ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ -

۶۹ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۹ - ۱۲۱ -

۱۳۸ - ۱۵۲ - ۱۶۰ - ۱۷۱ - ۱۸۰ -

۱۹۴ - ۱۹۸

البدر الطالع - از قاضی شوکانی

ص - ۱۳۰ - ۱۸۸

بذل المجہود فی حل أبی داؤد - ص - ۸۰

بشارتِ مغفرت کے امین یزید بن معاویہ سے متعلق ایک اہم استفتاء۔
ص - ۱۸۴

بغیۃ الرائد فی شرح العقائد۔ از صدیق حسن خاں صاحب۔
ص - ۱۸۵

ت

تاج العروس - از زبیدی ص - ۱۸۴

تاریخ ابن خلدون - ص - ۳۴

تاریخ ابن خلکان۔
ص - ۱۲۴ - ۱۲۸ - ۱۲۹

تاریخ ابن عساکر - ص - ۱۱۵

تاریخ ابن کثیر ص - ۱۰۱ - ۱۵۵

تاریخ الخلفاء از سیوطی -
ص - ۷۰ - ۸۶ - ۸۸ - ۸۹ - ۱۳۴
۱۳۵ - ۱۵۲

تاریخ صغیر - از امام بخاری -
ص - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸

تاریخ طبری
ص - ۱۵۲ - ۱۷۵ - ۱۹۲ - ۱۹۸

التاریخ الکبیر - از امام بخاری
ص - ۱۷۱

التبصرہ - از - ابو المظفر الاسفرائینی
ص - ۱۶۸

تحریر الشہادتین - از سلامت اللہ کشفی
ص - ۱۳۵ - ۱۳۷

تحفہ اثنا عشریہ - از شاہ عبد العزیزؒ - ص - ۱۳۵ - ۱۳۶ -

تذکرۃ الحفاظ - للذہبی - ص - ۱۲۳

تعجیل المنفعۃ - از ابن حجرؒ
ص - ۱۱۳ - ۱۱۴

تفسیر ابن ابی حاتم - ص - ۵۷

تفسیر کبیر - از امام رازیؒ ص - ۲۰۱

تفسیر مظہری - از قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ - ص - ۱۲۰ - ۱۲۱

التفہیمات الالٰہیۃ - از شاہ ولی اللہؒ
ص - ۲۷ - ۲۸

تقریب التہذیب - از ابن حجرؒ
ص - ۱۰۱

تکمیل الایمان - از شاہ عبد الحق دہلویؒ
ص - ۲۷ - ۱۳۰ - ۱۳۳ - ۱۳۶

تہذیب التہذیب - ابن حجرؒ -
ص - ۱۱۱ - ۱۱۴

تہذیب الکمال - از - مزی - ص ۱۱۱

تیسیر القاری - از شیخ نور الحق دہلوی
ص - ۴۷ - ۶۴ - ۷۱ - ۷۳ - ۷۴ - ۱۸۴

ج

جامع الترمذی - ص - ۹۲ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۶۳ - ۱۷۲ - ۱۷۸

جمہرۃ أنساب العرب - ص - ۴۲

جوامع السیرۃ - از - ابن حزم ص - ۴۵

الجواہر المضیئۃ - از - عبدالقادر قرشی ص - ۱۴۱

ح

حاضر العالم الإسلامی - از - امیر شکیب أرسلان - ص - ۱۹۵

حجۃ اللہ البالغۃ - از - شاہ ولی اللہؒ ص - ۲۹

حسن العقیدہ - از - شاہ عبدالعزیزؒ ص - ۱۳۶

حیوٰۃ الحیوان - از - علامہ کمال الدین دمیری - ص - ۱۲۸

حیاتِ سیدنا یزید - ص - ۳۶

خ

خلاصۃ الفتاوٰی - از - امام ظاہر بن احمد بخاری - ص - ۱۴۰ - ۱۴۲

خلافتِ معاویہؓ و یزید - محمود احمد عباسی ص - ۱۲ - ۱۸ - ۱۵۱ - ۱۹۵

د

دلائل النبوۃ - از - بیہقی ص - ۱۷۸

دول الإسلام - از ذہبی - ص ۸۸

ر

الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم - از - حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی - ص - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۹۹ -

ز

زجر الشبان والشیبۃ عن ارتکاب الغیبۃ - از - مولانا عبدالحی فرنگی محلی ص - ۱۴۰

س

سنن ابن ماجہ - ص - ۱۷۲

سنن ابی داؤد - ص - ۷۹ - ۹۳ - ۱۹۵

سنن دارمی - ص - ۸۳

سنن نسائیؒ - ص - ۵۱ - ۹۲

سیر أعلام النبلاء - از - ذہبی ص - ۱۷۰ - ۱۹۹

شذرات الذہب - از - عبدالحی ابن عماد حنبلی - ص - ۱۶۳ -

۶۶۔ شرح تراجم ابواب البخاری۔ از شاہ ولی اللہ الدہلوی ص - ۳۸ - ۳۹

۶۷۔ شرح سیر کبیر۔ از شمس الائمہ سرخسی ص - ۹۱

۶۸۔ شرح صحیح مسلم از۔ نووی ص - ۶۸ - ۸۷ - ۱۳۳

۶۹۔ شرح عقائد نسفیہ۔ از۔ ملا سعد الدین تفتازانی۔ ص - ۸۸ - ۱۳۵

۷۰۔ شرح فارسی صحیح بخاری۔ از شیخ الاسلام دہلوی ص - ۴۷ - ۶۳

۷۱۔ شرح مقاصد۔ از تفتازانی۔ ص - ۱۳۸

۷۲۔ شہید کربلا۔ از مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص - ۱۸۱

۷۳۔ شہداء کربلا پر افتراء۔ از مصنف ص - ۹۶ - ۱۶۹

ص

۱۔ صحاح ستہ۔ ص - ۱۱۳

۲۔ صحیح ابن حبان۔ ص - ۸۷ - ۱۶۲

۳۔ صحیح بخاری۔ ص - ۳۰ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۵ - ۵۶ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۳ - ۷۵ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۸۵ - ۱۹۱

۴۔ صحیح مسلم۔ ص - ۶۷ - ۷۶ - ۷۸ - ۸۰ - ۸۶ - ۱۵۷

۵۔ الصواعق المحرقہ۔ از ابن حجر مکی ص - ۱۲۳ - ۱۲۵ - ۱۸۹

ط

طبقات ابن سعد۔ ص - ۶۰ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۳۹ - ۱۹۵

ع

۱۔ العقائد الطحاویہ۔ ص - ۲۶

۲۔ عقائد نسفیہ۔ ص - ۱۸۵

۳۔ العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی الآباء والمشائخ۔ از صالح بن مہدی مقبلی۔ ص - ۱۸۸

۴۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص - ۶۳ - ۷۲ - ۸۱

۵۔ العواصم من القواصم۔ از ابن العربی ص - ۱۰۸ - ۱۱۳

۶۔ العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم۔ از وزیر یمانی ص - ۱۳۰ -

ف

۱۔ فتاویٰ بزازیہ۔ از ابن البزاز ص - ۱۴۲

۲۔ فتاویٰ عزیزی۔ از شاہ عبد العزیزؒ ص - ۱۱۰ - ۱۳۳

فتح الباری۔ از ابن حجرؒ
ص - ۴۶ - ۴۹ - ۵۱ - ۵۲ -
۵۳ - ۵۴ - ۵۸ - ۶۸ - ۷۱ -
۷۳ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۸ - ۸۰
۸۳ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ -
۱۵۳ - ۱۵۴
الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر
ص - ۴۰
الفرع النامی من الاصل السامی۔
از نواب صدیق حسن خان۔ ص ۱۶۰
فصل الخطاب۔ از خواجہ محمد پارسا
نقشبندی - ص - ۱۶۰
الفصل فی الملل والاھواء والنحل
از ابن حزم۔ ص - ۱۶۱ - ۱۶۲
الفوائد البہیۃ فی طبقات الحنفیۃ۔
از مولانا عبدالحی فرنگی محلی۔ ص - ۱۴۱
فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔
از علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ۔
ص - ۱۸۳

ک

کامل ابن اثیر۔
ص - ۳۴ - ۳۵ - ۱۰۵ - ۱۰۶ -
۱۰۸ - ۱۶۲ - ۱۶۵ - ۱۶۶ -

کتاب الاتحاف بحب الاشراف۔
از عبداللہ بن محمد شبراوی۔
ص - ۴۲
کتاب الاذکار۔ از نووی۔
ص - ۱۲۵
کتاب الانساب۔ از سمعانی
ص - ۱۴۱
کتاب الثقات۔ از ابن حبان
ص - ۱۱۲
کتاب الزہد - احمد بن حنبل
ص - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۱۴ ..
۱۱۹ - ۱۲۲
کتاب العالم والمتعلم۔ از امام
ابوحنیفہ۔ ص - ۱۴۳
الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری
از علامہ محمد یوسف کرمانی ص ۱۶۸

ل

۹۴ - لسان المیزان۔ از ابن حجر
ص - ۱۱۵ - ۱۱۹ - ۱۶۸

م

مجمع الزوائد۔ ص - ۱۰۶ - ۱۲۷
مجموع فتاوی ابن تیمیہ۔
ص - ۱۱۴ - ۱۲۰

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ از محمد خضری۔ ص۔ ۱۶۶
المحلی از ابن حزم۔ ص۔ ۶۲
مدارج النبوۃ۔ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ ص۔ ۸۲
مراسیل ابی داود۔ ص۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵
المرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ از عبد الحق محدث دہلوی ص۔ ۱۷۳۔ ۲۰۱۔
مستخرج اسماعیلی۔ ص ۵۶۔ ۶۸
مسند ابی یعلی۔ ص۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۱۱۷
مسند احمد۔ ص۔ ۳۲۔ ۵۱۔ ۶۴۔ ۶۹۔ ۷۹۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۸
۔ مسند بزار۔ ص ۷۲
۔ مشکوٰۃ شریف از خطیب تبریزی ص۔ ۲۶۔ ۳۰۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۱۶۳۔ ۱۷۲۔ ۱۶۸۔ ۲۰۰
مطالب المومنین۔ ص۔ ۱۳۰
المعتمد فی الاصول۔ از ابی یعلی ص۔ ۱۲۰
معجم البلدان۔ از یاقوت حموی ص۔ ۸۵
معجم الصحابہ۔ از امام بغوی ص۔ ۱۷۱
معجم طبرانی۔ ص۔ ۷۳۔ ۷۷۔ ۸۴
مفتاح النجا۔ از مرزا محمد بدخشی ص۔ ۱۳۵
مقدمہ ابن خلدون۔ ص۔ ۱۱۰
مکتوبات سید احمد۔ از سید احمد شہید ص۔ ۱۸۳
مکتوبات شریفہ۔ از مجدد الف ثانی ص۔ ۱۸۲
مکتوبات قاسمی۔ دربارۂ شہادت حسین۔ ص۔ ۱۹۹
مناقب السادات۔ از قاضی شہاب الدین دولت آبادی ص۔ ۱۳۵
المنتقی۔ للذہبی۔ ص۔ ۹۸۔ ۹۹
منہاج السنۃ۔ از ابن تیمیہ ص ۳۵۔ ۴۸۔ ۵۹۔ ۱۱۰
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبانؒ ص۔ ۱۷۲
میزان الاعتدال۔ للذہبی ص۔ ۵۱۔ ۱۱۳

ن

النکت علی الأطراف۔ از ابن حجرؒ ص۔ ۱۱۵

[illegible]

ہو الرحمن الرحیم

محمد گل است و علی بوی گل
بود فاطمه زهرا آن رنگ گل
چو عطر نبی ز آستین حسین و حسن
معطر شد از وی زمین و زمن

ز کلک سیہ کار عبد الرحیم

۳۰ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

تاریخ وفات: جناب والد محترم عبد الرحیم خان آرجیدوری رحمۃ اللہ
۱۸۔ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۵ء
بمقام کراچی۔
پاکستان
مظفر لطیف

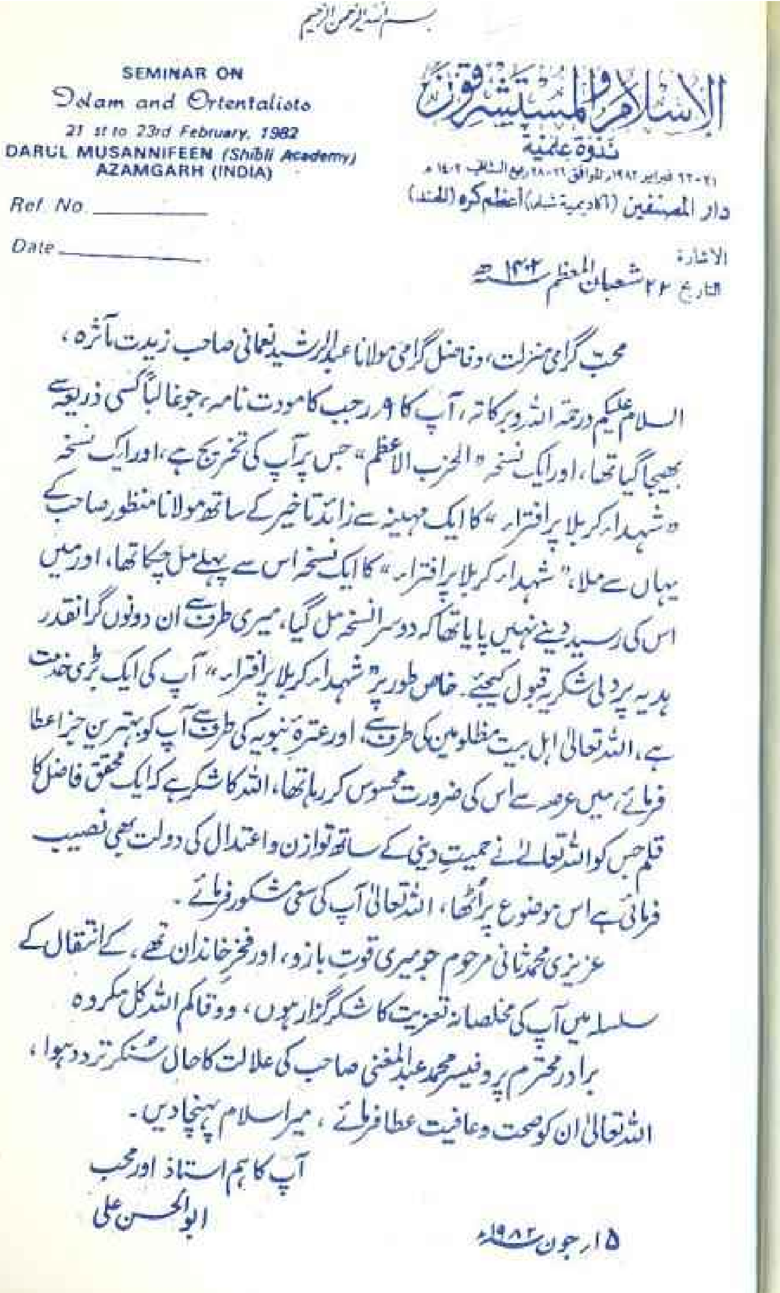

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SEMINAR ON
Islam and Orientalists
21 st to 23rd February, 1982
DARUL MUSANNIFEEN *(Shibli Academy)*
AZAMGARH (INDIA)

الاسلام والمستشرقون
ندوة علمية
۲۱-۲۳ فبراير ۱۹۸۲م الموافق ۲۶-۲۸ ربيع الثاني ۱۴۰۲ھ
دار المصنفين (اكاديمية شبلي) أعظم كره (الهند)

Ref. No. ________

Date ________

الاشارة

التاريخ ۲۲ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

محبِ گرامی منزلت، و فاضلِ گرامی مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب زیدت مآثرہ،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، آپ کا ۹ رجب کا مودت نامہ، جو غالباً کسی ذریعے بھیجا گیا تھا، اور ایک نسخہ "الحزب الاعظم" جس پر آپ کی تخریج ہے، اور ایک نسخہ "شہدائے کربلا پر افتراء" کا ایک مہینے سے زائد تاخیر کے ساتھ مولانا منظور صاحب کے یہاں سے ملا، "شہدائے کربلا پر افتراء" کا ایک نسخہ اس سے پہلے مل چکا تھا، اور میں اس کی رسید دینے نہیں پایا تھا کہ دوسرا نسخہ مل گیا، میری طرف سے ان دونوں گرانقدر ہدیہ پر دلی شکریہ قبول کیجئے۔ خاص طور پر "شہدائے کربلا پر افتراء" آپ کی ایک بڑی خدمت ہے، اللہ تعالیٰ اہل بیت مظلومین کی طرف سے، اور عترتِ نبویہ کی طرف سے آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے، میں عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ ایک محقق فاضل کا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے حمیتِ دینی کے ساتھ توازن و اعتدال کی دولت بھی نصیب فرمائی ہے اس موضوع پر اٹھا، اللہ تعالیٰ آپ کی سعی مشکور فرمائے۔

عزیزی محمد ثانی مرحوم جو میری قوتِ بازو، اور فخرِ خاندان تھے، کے انتقال کے سلسلہ میں آپ کی مخلصانہ تعزیت کا شکر گزار ہوں، و وقاکم اللہ کل مکروہ

برادر محترم پروفیسر محمد عبد المغنی صاحب کی علالت کا حال سنکر تردد ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے، میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا ہم استاذ اور محب
ابو الحسن علی

۱۵ ر جون ۸۲ء